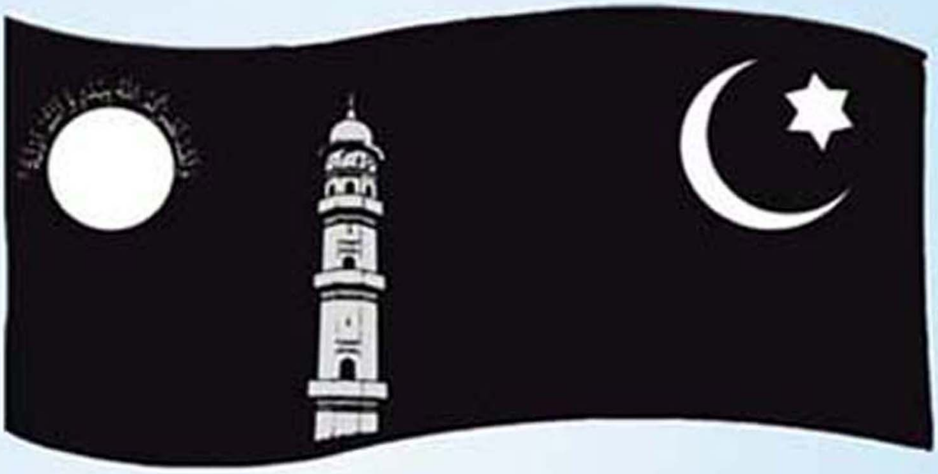

ماہنامہ انصار اللہ

مارچ 2007ء
امان 1386 ہش

احمدی انصار کی تربیت کیلئے

ماہنامہ

انصار اللہ

ایڈیٹر: نصیر احمد انجم

امان 1386 ہش مارچ 2007ء

جلد نمبر 48

شمارہ نمبر 3

فون نمبر: 047-6212982 فیکس نمبر: 047-6214631

ای میل: ansarulah60@yahoo.com

نائبین: ریاض محمود باجوہ ۔ محمود احمد اشرف ۔ صفدر نذیر گولیکی

اس شمارہ میں

اداریہ ۔۔۔ صفحہ 2 تا 3

القرآن: نیکیوں میں مسابقت ۔۔۔ 4

حدیث نبوی: صحبتِ صالح ۔۔۔ 5

عربی منظوم کلام ۔۔۔ 6

فارسی منظوم کلام ۔۔۔ 7

اردو منظوم کلام ۔۔۔ 8

کلام الامام: سچا خدا ۔۔۔ 11

ارشاد حضرت مصلح موعود ۔۔۔ 10 تا 11

حضرت مسیح موعودؑ کا عشق رسولؐ ۔۔۔ 12 تا 17

تحریر: مکرم مبشر احمد خالد صاحب

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی معجزانہ اثر کرنے والی دعائیں ۔۔۔ 18 تا 21

تحریر: مکرم مولانا سلطان محمود انور صاحب

غزل کلام: مکرم عبدالسلام اسلام صاحب ۔۔۔ 22

تحریر: مکرم مبشر احمد خالد صاحب

حضرت مرزا عبدالحق صاحب ۔۔۔ 23 تا 28

تحریر: مکرم مبشر احمد خالد صاحب

حضرت مسیح موعودؑ کی ماموریت کا چھبیسواں سال ۔۔۔ 29 تا 36

تحریر: مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب

لاہور کے مقدس مقامات کی سیر ۔۔۔ 37 تا 40

پبلشر: عبدالمنان کوثر
پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ
کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: انیس احمد

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ
دارالصدر جنوبی ربوہ (چناب نگر)
مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ: (پاکستان)
سالانہ .... ایک سو روپیہ
قیمت فی پرچہ ...... ۱۰ روپے

تکلّف و بناوٹ سے پاک زندگی

خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والوں کا ایک خاصہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تکلّف اور بناوٹ سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ سادہ اور سیدھی زندگی گزارنے کے قائل ہی نہیں اُس پر عامل بھی ہوتے ہیں۔

یہی طرزِ زندگی ان کی صداقت کی دلیل بھی ٹھہرتا ہے کیونکہ جو شخص اپنی روزمرہ زندگی میں جھوٹ بناوٹ، تکلف، پیچ دار باتوں سے کلیۃً پرہیز کرتا ہے اور یہ ایک دو روز کا معاملہ نہیں ہوتا بلکہ اس کے قرب و جوار والے ایک عرصہ دراز تک اس کی زندگی کا مشاہدہ کرکے یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ شخص اپنی روزمرہ زندگی میں کسی طرح بھی بناوٹ سے کام نہیں لیتا۔ تو ایسے شخص کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ خدا تعالیٰ کے معاملہ میں بناوٹی ہو وہ یقیناً سچا، سُچا اور کھرا ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ جہاں سادگی اور سچائی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ بناوٹ اور تکلف نام کو نہ تھا۔ اس مختصر اداریہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کی گواہی درج کی جاتی ہے جنہوں نے اپنے عظیم المرتبت باپ کی زندگی کا بغور مشاہدہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں:

> ’’حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی تکلفات سے بالکل آزاد تھی۔ ہمارے ماموں جان یعنی حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم نے حضرت مسیح موعودؑ کی صُحبت میں قریباً ستائیس سال گذرے۔ اور وہ بڑے زیرک اور آنکھیں کھلی رکھنے والے بزرگ تھے۔ وہ مجھ سے اکثر بیان کرتے تھے کہ مجھے دُنیا میں بے شمار لوگوں سے واسطہ پڑا ہے۔ اور میں نے دنیا داروں اور دینداروں سب کو دیکھا اور سب کی صُحبت اُٹھائی ہے مگر میں نے حضرت مسیح موعودؑ سے بڑھ کر کوئی شخص تکلفات سے کلّی طور پر آزاد نہیں

دیکھا اور یہی اس عاجز کا بھی مشاہدہ ہے۔یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ کی تمام زندگی ایک قدرتی چشمہ ہے۔ جو اپنے ماحول کے تاثرات سے بالکل بے نیاز ہو کر اپنے طبعی بہاؤ میں بہتا چلا جاتا ہے میں ایک بہت معمولی سی بات بیان کرتا ہوں ۔دنیا داروں بلکہ دین کے میدان میں پیروں اور سجادہ نشینوں تک میں عام طور پر یہ طریق ہے کہ اُن کی مجلسوں میں مختلف لوگوں کے لیے اُن کی حیثیت اور حالات کے لحاظ سے الگ الگ جگہ ملحوظ رکھی جاتی ہے مگر اپنے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں قطعاً ایسا کوئی امتیاز نہیں ہوتا تھا بلکہ آپ کی مجلس میں ہر طبقہ کے لوگ آپ کے ساتھ اس طرح ملے جلے بیٹھتے تھے کہ جیسے ایک خاندان کے افراد گھر میں مل کر بیٹھتے ہیں۔اور بسا اوقات اس بے تکلفانہ انداز کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ بظاہر ادنیٰ جگہ پر بیٹھ جاتے اور دوسرے لوگوں کو غیر شعوری طور پر اچھی جگہ مل جاتی تھی۔بیسیوں مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ چارپائی کے سرہانے کی طرف کوئی دوسرا شخص بیٹھا ہوتا تھا اور پائنتی کی طرف حضرت مسیح موعودؑ ہوتے تھے یا ننگی چارپائی پر آپ ہوتے تھے اور چادر وغیرہ والی چارپائی پر آپ کا کوئی مرید بیٹھا ہوتا تھا یا اُونچی جگہ پر کوئی مرید ہوتا تھا اور نیچی جگہ پر آپ ہوتے تھے۔مجلس کی اس بے تکلفانہ صورت کی وجہ سے بعض اوقات ایک نو وارد کو دھوکا لگ جاتا تھا کہ حاضرِ مجلس لوگوں میں سے حضرت مسیح موعودؑ کون سے ہیں اور کس جگہ تشریف رکھتے ہیں۔مگر یہ ایک کمال ہے جو صرف خدا کے ماموروں کی جماعتوں میں ہی پایا جاتا ہے کہ اس بے تکلفی کے نتیجہ میں کسی قسم کی بے ادبی کا رنگ پیدا نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر شخص کا دِل آپ کی محبت اور ادب اور احترام کے انتہائی جذبات سے معمور رہتا تھا۔‘‘

(سیرۃ طیبہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے صفحہ ۱۱۱۔۱۱۲)

القرآن

نیکیوں میں مسابقت

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۛ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

(سورہ بقرہ: 149)

ترجمہ: اور ہر ایک کے لئے ایک مطمحِ نظر ہے جس کی طرف وہ مُنہ پھیرتا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

(اردو ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

صحبتِ صالح

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ جُلَسَائِنَا خَیْرٌ؟ قَالَ مَنْ ذَکَّرَکُمُ اللّٰہَ رُؤْیَتُہٗ وَ زَادَ فِیْ عِلْمِکُمْ مَنْطِقُہٗ. وَذَکَّرَکُمْ بِالْاٰخِرَۃِ عَمَلُہٗ۔

(الترغیب و الترھیب۔ الترغیب فی مجالسۃ العلماء)

ترجمہ: ۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کس کے پاس بیٹھنا (دینی لحاظ سے) بہتر ہے۔آپؐ نے فرمایا۔ ایسے شخص کے پاس بیٹھنا مفید ہے جس کو دیکھنے کی وجہ سے تمہیں خدا یاد آوے جس کی باتوں سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل کو دیکھ کر تمہیں آخرت کا خیال آئے۔اور اپنے انجام کو بہتر بنانے کے لئے تم کوشش کرنے لگو۔"

عربی منظوم کلام

اِذَا مَا بَکَی الْمَعْصُوْمُ تَبْکِی الْمَلَائِکُ

كَذَالِكَ نُوْرُ الرُّشْدِ مَا يُخْطِئُ الْفَتٰى
وَكُلُّ نَخِيْلٍ لَا مَحَالَةَ تُثْمِرُ

اسی طرح جس فطرت میں رُشد کا نور ہے وہ اس مرد سے علیحدہ نہیں ہوتا اور ہر ایک کھجور انجام کار پھل لاتی ہے۔

وَمَنْ يَّكُ ذَا فَضْلٍ فَيُدْرِكُ مَقَامَهُ
وَلَوْ فِيْ شَبَابٍ اَوْ بِوَقْتٍ يُّعَمَّرُ

پس جس کے شامل حال فضل الٰہی ہے وہ اپنے مقام کو پا لے گا۔ اگرچہ جوانی میں یا اس وقت کہ جب بڈھا ہو جائے

وَلَا يَهْلِكُ الْعَبْدُ السَّعِيْدُ جِبِلَّةً
اِذَا مَا عَمِيْ يَوْمًا بِآخَرَ يَنْظُرُ

اور جس کی فطرت میں سعادت ہے وہ ہلاک نہیں ہو گا۔ اگر آج اندھا ہے تو کل دیکھنے لگے گا۔

اِذَا مَا بَكَى الْمَعْصُوْمُ تَبْكِى الْمَلَائِكُ
فَكَمْ مِّنْ بِلَادٍ تُهْلَكَنَّ وَ تُجْذَرُ

جب معصوم روتا ہے تو اس کے ساتھ فرشتے روتے ہیں۔ پس بہت بستیاں ہلاک کی جاتی ہیں اور اجاڑی جاتی ہیں۔

اِذَا ذَرَفَتْ عَيْنَا تَقِيٍّ بِغُمَّةٍ
يُفَرَّجُ كَرْبٌ مَسَّهُ اَوْ يُبَشَّرُ

جب ایک پرہیزگار کی آنکھیں آنسو جاری کرتی ہیں ایک غم کی وجہ سے، پس وہ بے قراری اس سے دور کی جاتی ہے یا بشارت دی جاتی ہے

(القصائد الاحمدیہ مترجم صفحہ ۳۹۸۔۳۹۹)

فارسی منظوم کلام

بر رضائے خویش کُن انجام ما

گر خدا از بندۂ خوشنود نیست
ہیچ حیوانے چو او مردود نیست

اگر خدا بندہ سے خوش نہیں ہے تو اُس جیسا کوئی حیوان بھی مردود نہیں

گر سگِ نفسِ دنی را پروریم
از سگانِ کوچہ ہا ہم کمتریم

اگر ہم اپنے ذلیل نفس کو پالنے میں لگے رہیں تو ہم گلیوں کے کتّوں سے بھی بدتر ہیں

اے خدا اے طالباں را رہنما!
اے کہ مہرِ تو حیاتِ روحِ ما!

اے خدا۔ اے طالبوں کے رہنما۔ اے وہ کہ تیری محبت ہماری رُوح کی زندگی ہے

بر رضائے خویش کُن انجامِ ما
تا برآید درد و عالَم کامِ ما!

تو ہمارا خاتمہ اپنی رضا پر کر کہ دونوں جہان میں ہماری مراد پوری ہو

خَلق و عالَم جملہ در شور و شراند
طالبانت در مقامِ دیگراند

(آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۳۳۴۔۳۳۵)

اردو منظوم کلام

اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی نشاں سے ہے

وُہ رہ، جو یارِ گم شُدہ کو ڈھونڈ لاتی ہے
وُہ رہ جو جامِ پاک یقیں کا پلاتی ہے
وُہ تازہ قدرتیں جو خُدا پر دلیل ہیں
وُہ زندہ طاقتیں جو یقیں کی سبیل ہیں
اُس بے نشاں کی چہرہ نمائی نِشاں سے ہے
سچ ہے کہ سب ثبوت خدائی نشاں سے ہے
جِس کو خُدائے عزّوجل پر یقیں نہیں
اُس بدنصیب شخص کا کوئی بھی دیں نہیں
پر وُہ سعید جو کہ نِشانوں کو پاتے ہیں
وُہ اُس سے مِل کے دل کواسی سے ملاتے ہیں
وُہ اُس کے ہو گئے ہیں اسی سے وہ جیتے ہیں
ہردم اُسی کے ہاتھ سے اِک جام پیتے ہیں
جِس مے کو پی لیا ہے وُہ اُس مے سے مَست ہیں
سب دُشمن اُن کے اُن کے مقابل میں پَست ہیں

(درثمین اردو صفحہ ۱۰۸۔۱۰۹)

کلام الامام

سچا خدا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میری ہمدردی کے جوش کا اصل محرّک یہ ہے کہ مَیں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوا اور بے بہا ہیرا اس کان سے ملا ہے۔ اور اس کی اس قدر قیمت ہے کہ اگر مَیں اپنے ان تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے۔ وہ ہیرا کیا ہے؟ سچّا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا۔ اور سچا ایمان اس پر لانا اور سچّی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پاکر سخت ظلم ہے کہ مَیں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور مَیں عیش کروں۔ یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور تنگ گذرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے اُن کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہر ان کو اتنے ملیں کہ اُن کے دامن استعداد پُر ہو جائیں۔''

(اربعین نمبر ا روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۴-۳۴۵)

ارشاد حضرت مصلح موعود

”اصلاحِ نفس“

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں ہر انسان کے اندر کوئی وقت سستی کا آ جاتا ہے اور کوئی وقت مستی کا آ جاتا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ کا نام باسط بھی ہے اور قابض بھی ہے۔ اس لئے وہ بھی انسان کی فطرت میں قبض پیدا کر دیتا ہے اور کبھی بسط پیدا کر دیتا ہے۔ اس حالت کا علاج یہی ہوا کرتا ہے کہ انسان اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور اپنے گردوپیش کے حالات کا بھی محاسبہ کرتا رہے۔ اسی لئے صوفیا نے **محاسبہ نفس** کو ضروری قرار دیا ہے۔ میرے دل میں خیال گزرا ہے کہ اگر ہم اپنے تمام وقت کا جائزہ لیتے رہتے تو شاید ہم بہت سی سستیوں سے محفوظ رہتے کسی شاعر نے کہا ہے:

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
گردوں نے گھڑی عمر کی اک اور گھٹا دی

یعنی گھڑیال سے وقت کو دیکھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ فلاں کی عمر زیادہ ہوگئی۔ لیکن دراصل اس کی عمر کم ہو جاتی ہے۔ فرض کرو کسی کی ۶۰ سال عمر مقدر تھی۔ وہ جب پیدا ہوا تو اس کی عمر کے ساٹھ سال باقی تھے۔ لیکن جب وہ ایک سال کا ہوگیا۔ تو اس کی ایک سال عمر گھٹ گئی۔ جب دو سال کا ہوگیا۔ تو اس کی دو سال عمر گھٹ گئی۔ جب وہ دس سال کا ہوگیا تو اس کی دس سال عمر گھٹ گئی۔ جب وہ بیس سال کا ہوگیا تو اس کی بیس سال عمر گھٹ گئی۔ غرض ہر وقت جو اس پر گزرتا ہے وہ اس کی عمر کو گھٹاتا ہے۔ اسی طرح ہماری زندگی ہے۔ ہمارے بہت سے اوقات یونہی گزر جاتے ہیں اور ہم خیال تک نہیں کرتے کہ ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے...... غرض بہت تھوڑی تھوڑی غفلت کے ساتھ ایک بہت بڑی چیز ہمارے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہیں۔ ہر سال جو ہم پر آئے بجائے پچھلے سال

کے ہم آئندہ سال پر نظر رکھیں۔ ہر دن ہم سوچیں کہ کام کے ۳۶۵ دنوں میں سے ایک دن گزر گیا ہے۔ ہم نے کس قدر کام کرنا تھا۔ اس میں سے کس قدر کام ہم نے کر لیا ہے اور کس قدر کام کرنا باقی ہے اگر ہم اس طرح غور کرنا شروع کر دیں۔ تو ہم اپنے وقت کو پوری طرح استعمال کر سکتے ہیں بشرطیکہ ہم سنجیدگی کے ساتھ غور کریں۔ بعض لوگ محض رسم و رواج کے ماتحت کسی چیز کے متعلق سوچتے ہیں بدقسمتی سے مسلمانوں میں نماز کا خیال جاتا رہا ہے جو نماز پڑھتے ہیں۔ ان میں سے بھی ایک حصہ رسم و رواج کے طور پر نماز کے لئے جاتا ہے۔ ان میں عملی قوت نہیں ہوتی۔ یا وہ عملی قوت پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ جن لوگوں میں عملی قوت ہوتی ہے۔ وہ اس صحیح منبع کی طرف توجہ نہیں کرتے جہاں سے انہیں روشنی ملتی ہے۔ وہ اپنا وقت محض ضائع کرتے ہیں لیکن جو لوگ صحیح منبع کی طرف توجہ کرتے ہیں اس کی قدر کو پہچانتے ہیں۔ پھر اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ اگر یہی حصہ اس طرف توجہ کرنے لگ جائے تو کام ہو سکتا ہے۔ بجائے ماضی کے اگر کوئی مستقبل کے ایک سال کو اپنے سامنے رکھ لے اور غور کر لے کہ اس پر کیا کیا ذمہ داریاں ہیں۔ کس قدر فرائض کا ادا کرنا ابھی باقی ہے۔ پھر کیا ان فرائض کو ادا کرنے کے لئے کافی وقت موجود ہے۔ تو لازماً وہ عمل کرنے میں چست ہو جائے گا۔ اگر انسان ہمت کے ساتھ کھڑا ہو جائے اور یہ خیال کر لے کہ اس نے کام کرنا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے وہ نوجوان بوڑھے اور بچے جن کے اندر سنجیدگی پائی جاتی ہے جو سمجھتے ہیں کہ احمدیت کو قبول کر کے وہ اپنے آپ پر ایک اہم فرض عائد کر لیتے ہیں۔ اگر اپنے آپ کو اس رنگ میں ڈھال لیں تو شائد ہمارا یہ سال پہلے سال سے بہتر ہو۔ لیکن اگر وہ اس نکتہ کو نہ سمجھیں۔ یونہی شام آئے اور گزر جائے، دن آئے اور گزر جائے۔ نہ دن ان کے کوئی حرکت پیدا کرے اور نہ رات ان کے اندر کوئی افسردگی یا بے چینی پیدا کرے تو انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ وہ اپنے اس مقصد سے دور جا رہے ہیں۔ جس کے لئے خدا تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری آنکھوں میں نور پیدا کرے۔ ہمارے دل و دماغ میں روشنی پیدا کرے اور ہمیں صحیح جدوجہد کی توفیق عطا فرمائے۔"

(الفضل ۳ رفروری ۱۹۵۲ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از: مکرم مبشر احمد خالد صاحب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ساری زندگی عشق الٰہی عشقِ رسولؐ اور عشقِ قرآن سے سرشار نظر آتی ہے اور یہ عشق آپ میں اس کمال تک پہنچا ہوا تھا کہ جس کی اکناف عالم میں نظیر ملنا محال ہے۔ یہ درست ہے کہ آپ کا عشقِ الٰہی اوّل نمبر پر ہے جو ایک لا متناہی ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آتا ہے۔ مگر محبت الٰہی کے بعد دوسرے نمبر پر آپ کا ذرہ ذرہ عشقِ رسول سے مخمور تھا اور اس میدان میں بھی آپ عدیم المثال مقام پر فائز تھے۔ جیسا کہ آپ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں کہ:۔

بَعد اَز خُدا بَعِشقِ مُحَمَّد مُخَمَّرَم
گر کُفر این بَوَد ذَ بَخُدا سخت کَافِرَم

یعنی میں خدا کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں مخمور ہوں اگر میرا یہ عشق کسی کی نظر میں کفر ہے تو خدا کی قسم میں ایک سخت کافر انسان ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق آپ کے سینہ میں موجزن تھا وہ آپ کو نہ دن کو چین لینے دیتا تھا اور نہ رات کو۔ یہاں تک کہ اس عشق میں آپ نے وہ لا زوال مقام حاصل کیا جو صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنی ذات کی بکلّی نفی کرتے ہوئے دُوئی کے ہر نقش کو مٹا دیا اور غیریت کے ہر پردے کو چاک کر دیا۔ یہی وہ مقام ہے جس کی ترجمانی اس شعر میں کی گئی ہے کہ:۔

مَن تُو شُدَم تُو مَن شُدِی مَن تَن شُدَم تُو جَان شُدِی ۔۔۔ تَا کَس نہ گوید بعد ازیں مَن دِیگَرم تُو دِیگَری

آنحضرتؐ کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ والہانہ عشق محض کاغذی یا نمائشی دعویٰ نہ تھا بلکہ آپ کے ہر قول و فعل میں اس کا زبردست پرتو نظر آتا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ ...... مبارک میں ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور اس کے ساتھ آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی چلی جارہی تھی۔ اس وقت ایک مخلص دوست نے آکر حضرت مسیح موعودؑ کو اس حالت میں دیکھا تو گھبرا کو فوراً پوچھا کہ حضور کیا معاملہ ہے؟ اس پر حضور نے فرمایا کہ میں اس وقت حضرت حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر پڑھ رہا تھا کہ:۔

كُنْتَ السَّوَادَ لِنَاظِرِیْ فَعَمِیَ عَلَیْكَ النَّاظِرُ
مَنْ شَآءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ اُحَاذِرُ

یعنی اے خدا کے پیارے رسول! تو میری آنکھ کی پتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہوگئی ہے۔
اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیری مَوت کا ڈر تھا جو واقع ہوگئی۔
یہ شعر سُنا کر حضور نے فرمایا کہ میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہورہی تھی کہ کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا!''

اس سے یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضرت حسانؓ کا یہ شعر محبتِ رسول کے اظہار میں ہر دوسرے کلام پر فائق ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں عشقِ رسول کے کمال کی وجہ سے ہر غیر معمولی اظہار محبت کے موقعہ پر یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کاش یہ الفاظ بھی میری ہی زبان سے نکلتے۔

عشق ومحبت کا ایک اثر یہ بھی ہوتا ہے کہ محبوب کی ہر چیز سے پیار ہوتا ہے محبوب کی طرف منسوب ہونے والی ہر چیز محبوب ہو جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پہلو سے بھی یکتا نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اپنے ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں کہ:۔

جَانُ و دِلَمُ فِدائے جَمال محمد اَست   خاکم نثار کُوچۂ آلِ محمّد اَست

یعنی میری جان اور دل محمدؐ کے جمال پر قربان ہے اور میری خاک آلِ محمد کے کوچہ پر نثار ہے۔

اس صورتحال کا ایک عملی نظارہ اُس وقت دیکھنے میں آیا جب ایک دفعہ آپ محرم کے مہینہ میں ذاتی باغ میں اپنے بچوں کو حضرت امام حسینؓ کی شہادت کا واقعہ سُنا رہے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور آپ اپنی انگلیوں کے پوروں سے آنسو پونچھتے جاتے تھے۔ اِس دردناک کہانی کو ختم کرنے کے بعد آپ نے بڑے کرب کے ساتھ فرمایا:۔

''یزید نے یہ ظلم ہمارے نبی کریمؐ کے نواسے پر کروایا۔ مگر خدا نے بھی ان ظالموں کو بہت جلد اپنے عذاب میں پکڑ لیا۔''

عشق کا لازمی نتیجہ قربانی اور فدائیت کی صورت میں ظاہر ہوا کرتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں یہ جذبہ بھی بدرجہ اتم موجود تھا ایک جگہ عیسائی پادریوں کے ان جھوٹے اور ناپاک اعتراضوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو آنحضرتؐ کی ذاتِ والا صفات پر کیا کرتے ہیں کہ:۔

''عیسائی مشنریوں نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعہ ایک خلق کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے دل کو کسی چیز نے کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا ہے جتنا کہ ان لوگوں کے اُس ہنسی ٹھٹھا نے پہنچایا ہے جو وہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان

کے دل آزار طعن و تشنیع نے جو وہ حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات کے خلاف کرتے ہیں میرے دل کو زخمی کر رکھا ہے خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے مرحوم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلاء عظیم سے نجات بخش۔'' (آئینہ کمالات ..... صفحہ ۱۵ ترجمہ عربی عبارت)

اس عبارت کو غور سے پڑھنے کے بعد ہر شخص بخوبی یہ جان سکتا ہے کہ آپ کو رسول کریمؐ سے کس قدر عشق تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنحضرتؐ کے ساتھ محبت اور آپ کے لئے غیرت کا یہ عالم تھا کہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے اپنے بڑے بھائی حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ:۔

''ایک بات میں نے والد صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) میں خاص طور پر دیکھی ہے وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف والد صاحب ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف ذرا سی بات بھی کہتا تھا تو والد صاحب کا چہرہ سرخ ہو جاتا تھا اور غصہ سے آنکھیں متغیر ہونے لگتی تھیں۔ اور فوراً ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاتے تھے آنحضرتؐ سے تو والد صاحب کو عشق تھا ایسا عشق میں نے کسی اور شخص میں نہیں دیکھا۔''

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے..... فرماتے ہیں کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے اس بات کو بار بار دہرایا۔ واضح رہے کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب نے یہ بات اس وقت بیان کی جب ابھی وہ جماعت میں داخل نہیں ہوئے تھے۔

پنڈت لیکھرام جو آنحضرتؐ کے خلاف بد زبانی کرنے میں بہت مشہور تھا۔ اُس کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنحضرتؐ کے لئے غیرت کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ حضور فیروز پور سے قادیان تشریف لا رہے تھے۔ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب اس سفر میں حضور کے ساتھ تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ پنڈت لیکھرام ملا اور مجھ سے اُس نے پوچھا کہاں سے آئے ہو۔ میں نے حضرت اقدس کی تشریف آوری کا ذکر سنایا تو لیکھرام بھاگا ہوا وہاں آیا جہاں حضرت اقدس وضو کر رہے تھے۔ اُس نے ہاتھ جوڑ کر آریوں کے طریق پر حضرت اقدس کو سلام کیا۔ مگر حضرت نے یُونہی آنکھ اٹھا کر سرسری طور پر دیکھا اور وضو کرنے میں مصروف رہے۔

اُس نے سمجھا شاید سُنا نہیں۔ اس لئے اُس نے پھر سلام کیا۔ مگر حضور نے جواب نہ دیا۔ کسی نے کہا لیکھرام سلام کرتا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا:۔

''اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی توہین کی ہے یہ مرے ایمان کے خلاف ہے کہ میں اس کا سلام لُوں۔ آنحضرتؐ کی پاک ذات پر تو حملے کرتا ہے اور مجھ کوسلام کرنے آیا ہے؟

حضور کے دعویٰ سے بہت پہلے کی بات ہے کہ حضور اپنے چچا جناب مرزا غلام حیدر صاحب کے گھر کھانے پر مدعو تھے۔ آپ کی چچی بی بی صاحب جان کے منہ سے دوران گفتگو ایک ایسا کلمہ نکلا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کا رنگ رکھتا تھا۔ اس کا ایسا اثر آپ کی طبیعت پر ہوا کہ آپ کا چہرا غصہ سے تمتما اُٹھا اور باوجود اس احترام کے جو آپ بزرگوں کا کرتے تھے کھانا چھوڑ کر ان کے گھر سے چلے گئے اور پھر اُن کے گھر آنا جانا اور ان کے گھر کا کھانا پینا ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔

حضرت بانی سلسلہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیرت کا اعتراف غیر بھی کئے بغیر نہ رہ سکے چنانچہ ۱۸۹۸ء میں ایک عیسائی احمد شاہ نے ایک نہایت ہی گندی اور دلآزار کتاب ''اُمہات المومنین'' کے نام سے شائع کی۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کی ازواج مطہرات کی شان میں بڑی گستاخی سے کام لیا گیا تھا۔ اس پر انجمن حمایتِ اسلام لاہور نے گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں اس کتاب کی ضبطگی کے لئے ایک میموریل بھیجا جو رد کر دیا گیا۔ اس پر قاضی غلام حیدر راز کرانہ متصل جوڑا ضلع گجرات نے یہ تبصرہ کیا کہ:۔

اکثر لوگ یہی خیال کرتے ہیں کہ انجمن جواب لکھنے سے عاجز ہے اسی واسطے گھبرا کر گورنمنٹ کے پاس دوڑی۔ ایسا ہی پچھلے سال کسی عیسائی نے چار سوال بہ غرض طلب جواب بھیجے تو میرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اُن کا جواب لکھا تھا اور جب وہ اسلامیہ کالج میں جواب پڑھے گئے تو پڑھنے سے پہلے جناب سیکرٹری انجمن نے فرمایا کہ چونکہ اس انجمن کا پہلا یہ مقصد ہے کہ مخالفوں کا جواب دیا جائے۔ لہذا مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے کیا خوب جواب لکھنے والے مرزا صاحب اور فرض انجمن کا ادا ہو گیا اور لوگ حیران تھے کہ اکثر اراکین انجمن تو مرزا صاحب کو کافر کہتے تو پھر کیوں انہیں کہتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں سے لڑو اور ہماری حمایت کرو۔

اگر اب بھی انجمن پچھلے سال کی طرح مرزا غلام احمد صاحب کی طرف لکھ دیتی ہے کہ ہمارا ہاتھ پکڑو تو میموریل بھیجنے سے یہ اچھا تھا۔ کیونکہ وہ اسی کام کے واسطے بیٹھے ہیں۔''

(بحوالہ الحکم نمبر ۲۲۔۲۳ مورخہ ۱۳/ اگست ۱۸۹۸ء)

یہ اسی عشق کا نتیجہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا ہر وہ منثور اور منظوم کلام جو آپ نے حضرت نبی کریمؐ کی عالی شان میں رقم فرمایا ایسے شہد کے چھتے کی مانند ہے جس میں سے شہد کی کثرت کی وجہ سے عُسلِ مُصفّٰی کے قطرے گرنے

شروع ہو جاتے ہیں نمونہ کے طور پر آپ کے منظوم اور منثور کلام میں سے صرف چند مثالیں پیشِ خدمت ہیں۔

آپ اپنی کتاب پیغام صلح میں تحریر فرماتے ہیں۔

''جو لوگ ناحق خدا سے بے خوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ان سے ہم کیونکر صلح کریں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں جان اور ماں باپ سے بھی زیادہ پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔''

(پیغام صلح صفحہ نمبر ۳۰)

اسی طرح اپنی ایک دوسری کتاب سراج منیر میں تحریر فرماتے ہیں:

''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار۔ رسولوں کا فخر تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزاروں برس تک نہیں مل سکتی تھی۔'' (سراج منیر صفحہ ۷۲)

اپنے عربی منظوم کلام میں فرماتے ہیں کہ:

یَا حِبِّ اِنَّکَ قَدْ دَخَلْتَ مَحَبَّةً فِیْ مُهْجَتِیْ وَمَدَارِکِیْ وَجَنَانِ
مِنْ ذِکْرِ وَجْهِکَ یَا حَدِیْقَةَ مُهْجَتِیْ لَمْ اَخْلُ فِیْ لَحْظٍ وَّلَا فِیْ اٰنِ
جِسْمِیْ یَطِیْرُ اِلَیْکَ مِنْ شَوْقٍ عَلَا یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّةُ الطَّیَرَانِ

یعنی اے میرے محبوب آقا! تیری محبت میرے رگ وریشہ میں اور میرے دل میں اور میرے دماغ میں رچ چکی ہے۔ اے میرے خوشیوں کے باغیچے! میں ایک لحہ اور ایک آن بھی تیری یاد سے خالی نہیں رہتا۔ میری رُوح تو تیری ہو چکی ہے مگر میرا جسم بھی تیری طرف پرواز کرنے کی تڑپ رکھتا ہے اے کاش! مجھ میں اُڑنے کی طاقت ہوتی۔

ایک اور جگہ اپنے اردو کلام میں فرماتے ہیں:۔

ربط ہے جانِ محمد سے میری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالَم میں
لاجرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے

تیرے منہ کی ہی قسم میرے پیارے احمد
تیری خاطر سے یہ سب بار اُٹھایا ہم نے

حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ آنحضرتؐ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو ایک وفا شعار شاگرد اور ایک احسان مند خادم کی حیثیت میں اپنا ہر پھول آپ کے قدموں میں ڈالتے چلے جاتے ہیں اور بار بار عاجزی وانکساری کے یہ ترانے گاتے ہیں کہ:۔

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم — یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمد است
ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدی ست — ویں آبِ من ز آبِ زلالِ محمد است

یعنی یہ رواں چشمہ جو میں خلقِ خدا کو دیتا ہوں کمالِ محمد کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔ اسی طرح میری یہ آگ عشقِ محمد کی آگ سے ہے۔ میرا یہ پانی محمد مصطفیٰ کے مصفّٰی پانی سے ہے۔

ایک دوسری جگہ فرمایا کہ:

’’اگر میں ..... آپ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو بھی میں ہرگز کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ کا نہ پاتا۔‘‘

ایک اور جگہ اپنی ایک نظم میں آنحضرتؐ کے عشق میں متوالے ہو کر فرماتے ہیں:۔

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے
اُس نُور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

پس حضرت مسیح موعودؑ کی حیاتِ طیبہ کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ واقعی آپ فنا فی الرسول تھے۔ اُسوہ رسول کا باریک سے باریک پہلو بھی آپ نے نظر انداز نہ کیا۔

تصحیح

مقابلہ مقالہ نویسی 2006ء میں حُسنِ کارکردگی کا انعام مکرم ڈاکٹر غلام رسول صاحب صدیقی پشاوری مجلس ناظم آباد کراچی نے حاصل کیا ہے۔ غلطی سے کوئی اور نام شائع ہو گیا تھا احباب نوٹ فرمالیں۔ (قائد تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی

معجزانہ اثر کرنے والی دعائیں

مکرم مولانا سلطان محمود صاحب انور (ناظر خدمتِ درویشاں)

خاکسار کو پہلی مرتبہ آپ سے براہ راست تعارف کی سعادت 1955ء میں اس وقت نصیب ہوئی جبکہ سیدنا حضرت مصلح موعود یورپ سے علاج کے بعد وطن واپس تشریف لانے والے تھے۔ محترم چوہدری محمد صدیق انچارج خلافت لائبریری نے مجھے ایک دن بلا کر فرمایا کہ آپ کالج میں جا کر محترم میاں ناصر احمد صاحب سے مل آئیں۔ اس سے زائد موصوف نے مجھے سیاق سباق نہیں بتایا کہ کس کام کے سلسلہ میں جا کر ملوں۔ تاہم خاکسار جب کالج کے دفتر میں پہنچا جھجکتے ہوئے اندر قدم رکھا پرنسپل کی کرسی پر آپ رونق افروز تھے اور دو تین پروفیسر بھی دفتر میں موجود تھے۔ خاکسار نے السلام علیکم کے بعد عرض کیا کہ محترم مولوی محمد صدیق صاحب نے مجھے آپ کے پاس بھجوایا ہے۔ یہ سُنتے ہی آپ کرسی سے اٹھ کر باہر برآمدہ میں مجھے لے آئے۔ اور ایک جانب کھڑے ہو کر مجھ سے نام اور مختصر تعارف دریافت فرمایا۔ نیز پوچھا کہ آپ کس قوم سے تعلق رکھتے ہیں خاکسار نے عرض کیا کہ میرا تعلق گوجر قوم سے ہے اس پر آپ نے فرمایا کون سے گوجر دودھ بیچنے والے یا زمیندار گوجر۔ خاکسار نے عرض کیا۔ زمیندار۔ یہ ساری گفتگو دو تین منٹ سے زیادہ نہ تھی۔ مجھے واپس بھجواتے ہوئے فرمایا کہ مولوی صدیق صاحب سے کہہ دیں ''ٹھیک ہے۔'' چنانچہ خاکسار نے واپس پہنچ کر جب محترم مولوی صاحب کو بتایا تو بات کھلی کہ خاکسار کو خدام کے ایک وفد کے ہمراہ روہڑی کے لئے روانہ ہونا ہے کیونکہ اس وقت سیّدنا حضرت مصلح موعود یورپ سے واپس تشریف لا رہے تھے اور دورانِ سفر حضور کی خدمت کے لئے خدام بھجوائے جا رہے تھے۔ حضور نے یہ سفر کراچی سے ربوہ تک چناب ایکسپریس کے ذریعہ فرمایا تھا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے خاکسار کا یہ ابتدائی تعارف تھا۔ جو بعد ازاں متعدد مواقع نصیب ہونے کے باعث بڑھتا رہا اور حضور کا پیار اور دعائیں ہر لحظہ فزوں تر ہوتے رہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کے تعلق میں بے شمار واقعات میں سے خاکسار اختصار سے صرف چار واقعات کا تذکرہ کرنا چاہتا ہے۔

۱۔ ۱۹۶۵ء میں جبکہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ مسندِ خلافت پر متمکن ہو چکے تھے۔ خاکسار نے اُن ایام میں منڈی بہاؤالدین میں بطور مربی متعین تھا۔ مجھے ایک مرتبہ پیٹ میں دائیں جانب درد سا رہنے لگا۔ ایک ڈاکٹر کے پاس مشورہ کے لئے گیا۔ تو ڈاکٹر صاحب نے پوری طرح معائنہ کے بعد دوبارہ آنے کے لئے کہا جب دوبارہ حاضر ہوا تو وہاں ایک اور ڈاکٹر بھی میرے معائنہ کے لئے موجود تھے۔ چنانچہ اس مرتبہ دونوں ڈاکٹروں نے مل کر معائنہ کے بعد یہ رائے قائم کی کہ اپنڈیکس بڑھنے کا قوی امکان ہے اور اس صورت میں اپریشن کی ضرورت ہوگی خاکسار کو یہ سُن کر تشویش ہوئی اور اگلے ہی روز خاکسار نے ربوہ پہنچ کر حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضری دی۔ ساری کیفیت بیان کر کے اور ڈاکٹروں کی رائے بتا کر دعا کی عاجزانہ درخواست کی۔ حضور نے نہایت توجہ سے ساری باتیں سن کر خاکسار کو تسلی دی کہ انشاء اللہ میں دعا کروں گا اور ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق اپنڈیکس کی تکلیف ہرگز نہ ہوگی آپ فکر نہ کریں۔ چنانچہ نہ صرف خاکسار کی ساری فکر جاتی رہی۔ بلکہ اگر کوئی تکلیف پردہ غیب میں مقدر بھی تھی۔ تو میرے پیارے آقا کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور ڈاکٹروں کی رائے نے واقعاتی رنگ اختیار نہیں کیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

۲۔ ۱۹۶۸ء میں نظارت اصلاح وارشاد نے (اس وقت) مشرقی پاکستان (اب بنگلہ دیش) میں مکرم امیر صاحب صوبائی ڈھاکہ کے مشورہ سے دعوت الی اللہ کا ایک خاص پروگرام دس ہفتہ کے لئے بنا کر خاکسار کو مرکز سے اس کی نگرانی کے لئے بھجوایا۔ اس پروگرام میں مشرقی پاکستان کے جملہ مربیان و معلمین شامل تھے۔ دیناج پور ڈسٹرکٹ میں احمد نگر کے مقام پر ہمارا ...... مرکز تھا اور علاقے میں ...... یومیہ وفود بھجوائے جاتے تھے اس کے نتیجہ میں بعض مخالف عناصر بھی میدان میں آ گئے اور فضا میں خاصی کشیدگی پیدا ہوگئی۔ بلکہ ہمارے بعض وفود سے کئی جگہ سختی بھی کی گئی۔ خطرہ ہر لحہ بڑھتا رہا اور ایک مرحلہ ایسا آیا کہ سوائے دعا کے کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ خاکسار کے لئے وہ وقت نہایت کرب اور دکھ کا تھا کہ اگر کوئی نقصان دِہ صورت پیدا ہوگئی تو اپنے پیارے آقا کو واپس جا کر منہ دکھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔ ایسی کیفیت میں مسلسل دعا کرتے کرتے یہ الفاظ زبان پر آ گئے کہ ''اے میرے پرودگار! مرکز سے ہزاروں میل دور اس جنگل میں ہم بالکل بے یارو مددگار ہیں۔ ہمارے گناہ معاف فرما اور اگر میری دعاؤں میں وہ تاثیر نہیں جو تیرے رحم کو حرکت میں لائے تو پھر اتنا ضرور کر کہ میرے آقا کو میری پریشانی اور میری بے بسی سے باخبر کرتا کہ

وہ تیری بارگاہ میں ہمارے لئے دعا کرے کہ آخر اس کی دعائیں منظور کرنے کا تو نے اس سے وعدہ کر رکھا ہے۔" مَیں اللہ تعالیٰ کی رحیم و کریم ذات کا کس طرح شکر بجالاؤں کہ میرے الفاظ ابھی اختتام کو نہیں پہنچے تھے کہ میری آنکھوں کے سامنے زمین سے چار پانچ فٹ بلند فضاء میں میرے پیارے میرے محبوب آقا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی حسین شکل نہایت پیارے اور مسکراتے انداز میں ظاہر ہوئی اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "کیا ہے! کچھ بھی نہیں ہوگا" اور مجھے ان الفاظ میں تسلی دلا کر آنکھوں سے وہ صورت اوجھل ہوگئی۔ اس کے ساتھ ہی دل کی ساری فکر دور ہوگئی اور ایک گھنٹے کے اندر اندر ایسے سامان اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دیئے کہ خوف کو امن میں یکسر بدل دیا اور فی الواقع "کچھ بھی نہ ہوا۔"

۳۔ ۱۹۷۲ء میں جب کہ خاکسار کراچی میں بطور مربی متعین تھا میرا چھوٹا بیٹا عزیزم سلمان محمود بعمر ½ ۱ سال سخت بیمار پڑ گیا۔ اور محترمہ ڈاکٹر محمودہ نذیر صاحبہ (اللہ تعالیٰ موصوفہ کی مغفرت فرمائے اور بے شمار اجر عطاء فرمائے۔ آمین) کے زیر علاج تھا۔ جب بیماری میں زیادہ شدت آ گئی تو موصوفہ نے اپنے گھر والے کلینک میں بچے کو Admit کر لیا اور بڑی توجہ سے علاج جاری رکھا۔ مگر حالت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ ایک روز بعد نماز مغرب خاکسار کو ٹیلیفون پر ڈاکٹر صاحبہ موصوفہ نے بتایا کہ بچے کی حالت ایسی ہو چکی ہے کہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مَیں تو پوری کوشش کر چکی ہوں مگر صحت ہوتی نظر نہیں آتی۔ اس طرح موصوفہ نے پوری مایوسی کا اظہار کر دیا۔ یہ سُن کر خاکسار نے کراچی سے ربوہ اپنے پیارے آقا کی خدمت میں ٹیلیفون کال بک کرائی تا کہ دعا کے لئے درخواست کروں اُن دنوں کال ملنے کے لئے انتظار گھنٹوں کرنا پڑتا تھا مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹھیک پانچ منٹ میں کال مل گئی اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نے فون اٹھایا اور بتایا کہ حضور تو اس وقت عشاء کی نماز کے لئے ...... میں ہیں۔ آپ پیغام دے دیں خاکسار نے بچے کی حالت کا ذکر کر کے دعا کی درخواست حضور کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے عرض کیا اسی دوران حضور تشریف لے آئے۔ تو حضرت بیگم صاحبہ نے مجھے فرمایا آپ انتظار کریں میں ابھی حضور کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کئے دیتی ہوں۔ چنانچہ آپ حضور کی خدمت میں عرض کرنے کے بعد مجھے فون پر بتا رہی تھیں کہ اسی دوران پیارے آقا خود ٹیلیفون کے نزدیک تشریف لے آئے۔ اور خاکسار سے براہ راست بچے کی بیماری اور علاج کی ساری تفصیل سن کر فرمایا "میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا آپ فکر نہ کریں بچہ صحت یاب ہو جائے گا گھبرانے کی قطعاً ضرورت نہیں۔" اپنے محسن اور شفیق آقا سے تسلی پا کر خاکسار اسی وقت کلینک پہنچا۔ ڈاکٹر صاحبہ کو اپنے آقا کی دعا اور تسلی آمیز یقین دہانی کا ذکر کیا۔ تو موصوفہ جیسے خوشی سے اچھل ہی پڑیں کیونکہ موصوفہ خود بھی نہایت دعا گو احمدی

خاتون تھیں ۔ جب کمرے میں جا کر بچہ کی حالت دیکھی تو وہ ایسی حالت میں تھا کہ بڑی ہی کمزور نبض کی معمولی حرکت جاری تھی ۔مگر جسم کی رطوبت ختم ہو کر جسم میں کوئی لوچ نہ تھی ۔ بلکہ سارا جسم سخت اکڑ چکا تھا اور بچہ چند لمحوں کا مہمان نظر آ تا تھا۔ بہر حال سوائے دُعا کے کوئی چارہ نہ تھا اور ایسی حالت میں دعاؤں میں سخت رقت تھی اچانک بچے کی آنکھوں میں ہلکی سی حرکت ہوئی اور اس کے ساتھ ہی تدریجاً اُمید کی صورت بڑھنے لگی ۔ کچھ وقفہ کے بعد بچہ نے دودھ بھی پی لیا اور ٹمپریچر نارمل کی جانب بڑھنے لگا اور چہرہ پر کچھ تازگی آ گئی ۔ رات سکون سے گزری اور صبح جب ڈاکٹر صاحب نے بچہ کا معائنہ کیا تو ان کی رپورٹ یہ تھی کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے بچہ معجزانہ طور پر بیماری کی گرفت سے پوری طرح نکل کر نارمل حالت پر آ گیا ہے اور سوائے کمزوری کے کوئی رمق بیماری کی باقی نہ رہی ۔تب ڈاکٹر صاحب نے بیماری کی صحیح کیفیت بھی بتا دی کہ بچہ بیک وقت سرسام اور گردن توڑ بخار سے بیمار تھا اور Dehydration سے رگیں تک سوکھ گئی تھیں اور سوائے دعا کے اعجاز کے صحت کی کوئی صورت ہرگز ممکن نہ تھی ۔

آخری ملاقات: ۴۔خاکسار کی آخری ملاقات پیارے آقا سے ۱۹ر مئی ۱۹۸۲ء کو ربوہ میں ہوئی اور یہ ملاقات کئی پہلو سے میرے لئے تاریخی حیثیت کی حامل تھی ۔ پیارے آقا نے نہایت پیار شفقت اور احسان کا سلوک فرماتے ہوئے شرف ملاقات سے نوازا۔اس کے بعد آپ اسلام آباد تشریف لے گئے تھے خاکسار کو آپ سے بات کرنے کی آخری سعادت اس کے بعد نصیب ہوئی جبکہ کراچی سے خاکسار نے اسلام آباد فون کیا۔

حضور نے بنفسِ نفیس ٹیلیفون پر خاکسار سے جو گفتگو فرمائی اس کا ایک فقرہ محبت، پیار اور انتہائی شفقت سے لبریز میری یادداشت میں نگینہ بن کر محفوظ رہے گا۔

خاکسار کے عرض کرنے پر کہ پیدرو آباد کی Location کی بابت معلومات درکار ہیں ۔تو جواباً نہایت گہرے انداز محبت سے فرمایا۔'' کیوں! کیا پیدل جانے کا ارادہ ہے؟'' اس فقرے کی لذت کا اندازہ میرے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ آپ کے محبت کے سمندر کی یہی تو شان تھی کہ روئے زمین پر پھیلے ہوئے ایک کروڑ احمدیوں میں سے ہر ایک یہی یقین رکھتا تھا کہ جو شفقت اور پیار مجھے اپنے آقا سے مل رہا ہے۔ اس کی مثال کسی اور میں نہیں پائی جاتی اور نہ ہی دوسرا اس کی لذت کا اندازہ کرسکتا ہے ۔ٹیلیفون پہ آخری بات میں شاید یہ الٰہی اشارہ بھی تھا کہ اب اس محبت بھری آواز کی لذت کانوں میں تو گونجتی رہے گی مگر اس حسین اور منور چہرہ کو آنکھوں سے دیکھ نہ پاؤ گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کے مراتب عالیہ میں ہر آن اضافہ فرماتا رہے اور آپ کی دعائیں ہم عاصیوں کے صدا شاملِ حال رہیں۔آمین یارب العالمین ۔

غزل

(کلامِ عبدالسلام اسلام)

جھلک تیری مہ و خورشید مجھ کو
تِرا چہرہ ہلال عید مجھ کو

نرالا عِشق ہے سارے جہاں سے
صدائے ''لَن ترانی'' دِید مجھ کو

ابد تک نقش نہ جس کا مٹے گا
مِلی وہ اُلفتِ جاوید مجھ کو

مِرا آنسو ہے آغازِ فسانہ
نہیں آتی کوئی تمہید مجھ کو

رقیبو ہیچ زور و زَر تمہارا
کہ حاصل اُن کی ہے تائید مجھ کو

تمنّا دِید کی رہتی ہے ہر دم
چُبھن سی دے گیا بے دِید مجھ کو

مُخِل کانٹے ہوئے صَرصَر نہ رہزن
لئے جاتی رہی اُمّید مجھ کو

مِرا دِل جلوہ گاہِ حُسنِ کامل
دِکھا مت ساغرِ جَمشید مجھ کو

گندھا فِطرت میں میری عشق اُن کا
''بَلیٰ'' ہے یاد کی تاکید مجھ کو

دِکھایا اُن کے جو نورِ جبیں نے
دِکھا سکتا نہیں خورشید مجھ کو

ایک عالم باعمل

حضرت مرزا عبدالحق صاحب

راقم: مکرم محمود احمد منگلا صاحب

سب کہاں کچھ لالہ و گُل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

حضرت مرزا عبدالحق صاحب خدا کے فضل وکرم سے غیر معمولی عمر یعنی 106 سال کی عمر دراز پا کر انتقال فرما گئے۔

آپ کو زبردست جماعتی خدمات کا موقع ملا۔ متعدد کلیدی عہدوں پر آپ فائز رہے۔

خاکسار کو یہ شرف حاصل ہے کہ سرگودھا میں ہماری رہائش بھی اُس حلقہ میں تھی جہاں حضرت مرزا صاحب رہائش پذیر تھے اور بچپن سے ہم اُس شفیق وجود کی عنایات کے مورد بنتے رہے۔ پھر جب خاکسار سنِ شعور کو پہنچا تو مرزا صاحب سے ایک گہرا ذاتی تعلق قائم ہوا۔ ایک عرصہ تک مرزا صاحب کی قربت نصیب رہی۔

آج مرزا صاحب کی یاد میں قلم اُٹھایا ہے تو آپ کے بہت سے واقعات ذہن میں آ رہے ہیں چند واقعات کو سپرد قرطاس کر رہا ہوں جن سے مرزا صاحب کی اعلیٰ شخصیت اور تقویٰ کا ثبوت ملتا ہے۔

آپ پیشہ کے اعتبار سے وکیل تھے۔ میری نظر میں آپ کی تمام تر کامیابی آپ کی سچائی اور دیانت داری کی وجہ سے تھی آپ نے کبھی جھوٹ کا ساتھ نہ دیا۔ اس ضمن میں آپ کا ایک واقعہ قارئین کی نذر کرتا ہوں۔ آپ نے بتایا کہ ایک دفعہ مجھے ایک صاحب نے ایک کیس دیا۔ جب میں نے مطالعہ کیا تو مجھے اُس میں صداقت نظر نہ آئی۔ چنانچہ اگلی پیشی کے دوران میں نے اُسے کہا کہ تم اس کے لئے گواہ کہاں سے لاؤ گے۔ اُس نے مجھے بتایا کہ یہ مولوی صاحب گواہی کے لئے آئے ہیں۔ میں نے اُن صاحب سے کہا کہ اس جھوٹے کیس کے لئے کیسے گواہی پر آمادہ ہو گئے تو انہوں نے مجھے جواب میں کہا کہ رقم کی خاطر میں گواہی دے رہا ہوں۔ یہ معلوم ہونے پر اُس شخص سے لی ہوئی رقم اُسے واپس کرتے ہوئے میں نے اس کا کیس لینے سے انکار کر دیا۔

ایک مرتبہ آپ نے بتایا کہ میں نے فیصلہ کیا کہ وکالت کے پیشے کو چار گھنٹے سے زیادہ وقت نہ دیا جائے اور باقی وقت دینی علوم کے لئے استعمال کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فضل فرمایا کہ اس کے باوجود میں ہمیشہ کامیاب وکلاء میں شمار کیا جاتا تھا۔ مجھے وکلاء کہا کرتے تھے کہ مرزا صاحب مصلّے کے نیچے سے رقم نکال لاتے ہیں۔

قارئین کرام! حضرت مرزا صاحب دِلوں پر راج کرتے تھے۔ میرے والد صاحب محترم برکت اللہ منگلا

ایڈووکیٹ کو بھی آپ سے بہت محبت تھی۔ میری ٹرانسفر جب سرگودھا سے فیصل آباد ہوئی تو میں نے اپنی رہائش کا بندوبست ربوہ میں کیا روزانہ ربوہ سے فیصل آباد آتا جاتا تھا۔ میں نے اپنے والد صاحب سے عرض کی کہ آپ بھی ہمارے پاس ربوہ مستقل رہائش اختیار کریں۔ آپ فرمانے لگے کہ جب تک حضرت مرزا عبدالحق صاحب اس محلّہ میں موجود ہیں میں کسی دوسرے شہر میں رہنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت ڈالے اگر یہ اللہ کے پاس چلے گئے تو پھر جہاں کہو گے وہاں رہائش اختیار کرلوں گا۔ وائے حسرت آپ کو کیا معلوم تھا کہ آپ کا بلاوا حضرت مرزا عبدالحق صاحب سے پہلے آجانا ہے آپ کو نامعلوم افراد نے گھر میں داخل ہوکر راہ مولیٰ میں قربانی کردیا تھا۔

ایک دفعہ خاکسار نے آپ سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ میری اور میرے بچوں کی عمر بھی اللہ تعالیٰ آپ کو دے دے۔ آپ نے مجھے گلے لگایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی عمریں مبارک کرے۔ خاکسار کی بیٹی ماریہ محمود ۱۹۹۸ء میں سرگودھا میں پیدا ہوئی چونکہ ہم آپ کے بالکل قریب رہائش رکھتے تھے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے لندن میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے متبرک شہد لیا تھا۔ اور میری خواہش ہے کہ میں بچی کو آپ کے پاس لاؤں اور آپ اُسے وہ تبرک بھی کھلائیں اور اُس کے کان میں اذان بھی دیں۔ آپ نے سن کر مبارکباد دی اور فرمانے لگے نہیں میں آپ کے گھر خود آتا ہوں۔ چنانچہ آپ گھر پر تشریف لائے اور تقریباً آدھا گھنٹہ وہاں گزارا اور بچی کو تبرک بھی کھلایا اور اذان بھی دی۔

اپنے کالج کے زمانہ کا واقعہ یوں بیان کیا۔ جب میں طالب علم تھا اور میری داڑھی کے بال نکل رہے تھے اور میں شیو نہیں کرتا تھا کیونکہ میں شروع سے ہی داڑھی رکھنے کا شوق رکھتا تھا۔ بعض طالب علم کالج کے بورڈ پر میرے کارٹون بنادیتے اور مذاق بھی کرتے لیکن میں اُن کی پرواہ نہ کرتا۔

آپ کی دل موہ لینے والی شخصیت کا گہرا اثر اپنوں کے علاوہ بیگانوں پر بھی ہوتا تھا۔ اس کا آئینہ دار یہ واقعہ ہے جو آپ کے بڑے بیٹے مکرم مرزا ناصر احمد صاحب نے مجھے سُنایا۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند ہوئی۔ حضرت مرزا عبدالحق صاحب اُس وقت گورداسپور شہر میں تھے اور وہیں وکالت کی پریکٹس کرتے تھے۔ فسادات انڈیا کے مختلف حصوں میں شروع ہوچکے تھے۔ آپ کی خدمت میں ہندوؤں اور سکھوں کے لیڈر حاضر ہوئے اور عرض کی کہ جب تک آپ گورداسپور میں ہیں کسی مسلمان کو نقصان نہیں ہوگا۔ لہٰذا جب تک آپ گورداسپور میں قیام پذیر تھے کسی مسلمان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ حالانکہ حضرت مرزا عبدالحق صاحب مسلم لیگ کے ضلعی سیکرٹری بھی تھے۔

آپ کا ایک اور ایمان افروز واقعہ احباب کرام کی نذر کرتا ہوں۔ آپ نے بتایا جب میں شملہ میں زیر تعلیم تھا اور میری جوانی کی عمر تھی جس جگہ میری رہائش تھی اُس کے سامنے ایک گھر تھا اور وہاں ایک لڑکی رہتی تھی۔ وہ اکثر مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتی تھی لیکن میں اُسے کوئی توجہ نہیں دیتا تھا ایک دفعہ جب میں اکیلا گھر میں تھا تو وہ لڑکی کسی طرح میرے

گھر میں داخل ہوگئی اور مجھے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی تو میں نے سختی سے اُسے گھر سے نکال دیا۔

جب بھی مجھے کوئی مشکل درپیش ہوتی تو میں اپنے خداء کو اپنا یہ عمل پیش کرتا کہ میں محض تیری رضا کے لئے اس بدی سے بچا اب تو ہی میری یہ مشکل آسان فرمادے اور میرا تمام طاقتوں کا مالک خدا میری مشکلیں آسان فرمادیتا۔

آپ کو مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ آپ نے ایک دفعہ بتایا کہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتب کوئی کئی مرتبہ پڑھا ہے۔ جب بڑھاپے میں کمزوری کی حالت میں لیٹے ہوئے ہوتے تھے تو کئی دفعہ خاکسار کو الفضل پڑھ کر سُنانے کے لئے کہتے تھے۔

۱۹۷۴ء میں جب احمدی احباب کے گھروں کو جلایا گیا تو آپ کے گھر کو بھی نذر آتش کیا گیا۔ آپ کا کافی نقصان ہوا۔ اُس وقت آپ قرآن مجید کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھے جب کہ آگ لگی ہوئی تھی۔ اور گھر کا تمام قیمتی سامان جلایا جارہا تھا مگر آپ کی جان آپ کی لائبریری تھی جس میں بہت نایاب کتب بھی تھیں آپ کو اگر کسی چیز کی بہت فکر تھی تو وہ آپ کی کتب تھیں۔ آپ کی زندگی کتب کے بغیر ایسی تھی جیسی مچھلی پانی کے بغیر۔

گھر جلائے جانے کے چند روز بعد اُس وقت کے پنجاب اور دیگر اعلیٰ افسران آپ کے گھر آئے اور آپ سے نقصان کا افسوس کیا تو آپ فرمانے لگے کیا افسوس ایک مومن کو اللہ تعالیٰ ایک سجدہ میں جو لذتیں عطا کردیتا ہے اُس کے سامنے ان سب چیزوں کی حیثیت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

ایک دفعہ آپ نے اپنی دعا کی قبولیت کا دلچسپ واقعہ سنایا۔ کہ میں گورداسپور سے ہفتہ کو قادیان جاتا تھا اتوار کا دن قادیان بسر کرتا اور پیر کے دن واپس آجاتا تھا۔ اس روٹین میں کبھی کبھار ناغہ بھی ہوجاتا تھا اُس زمانہ میں بٹالہ سے قادیان گاڑی نہیں چلتی تھی اور میں گورداسپور سے قادیان سائیکل پر آتا تھا یہ تقریباً ۱۲ میل سفر بنتا تھا۔ تین سال تک میرا یہ سفر اسی طرح رہا۔ فرمانے لگے کہ قادیان کے سفر کے لئے کچھ عرصہ راستے میں گھوڑا بھی رکھا۔ کچھ سفر سائیکل پر اور کچھ سفر گھوڑے پر طے کرلیتا۔ گھوڑا اس لئے رکھا کیونکہ سارا سفر سائیکل پر موزوں نہ تھا۔ بعض جگہ بورڈ لگے ہوتے تھے کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد سفر نہ کریں۔ راستے میں ڈاکے وغیرہ پڑتے ہیں۔ ایک مرتبہ جب آدھا سفر سائیکل پر طے کیا تو اچانک سائیکل پنکچر ہو گیا۔ مجھے پنکچر لگانا بھی نہیں آتا تھا۔ ابھی ایک گھنٹے کا سفر باقی تھا اور اگر پیدل چلتا تو مزید تین گھنٹے لگتے۔ میں نے سائیکل کھڑی کر کے دُعا کی اے خدا! تو میری مدد فرما۔ جب دُعا ختم کی تو دیکھا کہ ایک سکھ سائیکل پر آرہا تھا اُس کے معلوم کرنے پر میں نے بتایا کہ سائیکل پنکچر ہوگیا ہے اُس نے سامان نکالا اور سائیکل کو پنکچر لگادیا۔ میں نے اپنے خدا کا شکر ادا کیا اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہوگیا۔

ایک دفعہ جب آپ کو مکرم ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب جنرل چیک اپ کے لئے CMH راولپنڈی لے گئے (اُن دنوں آپ کو کچھ علیل بھی تھے) تو وہاں ہسپتال میں آپ رات دو بجے تہجد کے لئے بیدار ہوتے اور اپنے رب کے حضور

دعاؤں کا یہ سلسلہ جاری رہتا۔ تمام سٹاف جو وہاں رات کی ڈیوٹی پر موجود ہوتا تھا آپ کو بڑی محبت کی نظر سے دیکھتا اور بہت متاثر ہوتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ پاکیزہ نمونہ بذاتِ خود بہت بڑی دعوت الی اللہ ہے۔

ایک دفعہ آپ نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کسی نے مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا ہے میں نے وہ دودھ کا پیالہ پیا تو وہ اتنا مزیدار تھا کہ اُس کی لذت میرے تمام جسم میں پھیل گئی۔ صبح جب میں بیدار ہوا تو وہ لذت میرے منہ اور جسم میں محفوظ تھی میں نے اُس دن صبح ناشتہ بھی نہ کیا کہ وہ لذت دیر تک قائم رہے۔

خلفائے کرام کے ساتھ آپ کا قریبی تعلق تھا آپ نے ایک دفعہ بتایا کہ جب میں نیا نیا سرگودھا آیا ایک دن بغیر اطلاع کے حضرت مصلح موعودؓ مجھے ملنے تشریف لے آئے اور فرمایا کہ میں صرف آپ کی رہائش دیکھنے آیا ہوں کہ آپ یہاں سہولت سے ہیں یا نہیں؟

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو بھی آپ سے بے انتہا محبت تھی۔ چند ایک واقعات درج ذیل ہیں۔

ایک دفعہ بیت الفضل لندن میں آپ نماز کی انتظار میں بیٹھے تھے جب حضور پیچھے سے تشریف لائے تو پیار سے آپ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگے مرزا صاحب آپ بیٹھے رہیں۔

ایک دفعہ حضور آپ سے فرمانے لگے جب آپ لندن ہوتے ہیں تو مجھے بہت زیادہ خوشی رہتی ہے اور جب آپ چلے جاتے ہیں تو میں اُس جگہ کو بھی پیار سے دیکھتا ہوں جس جگہ آپ آکر بیٹھتے ہیں۔ ایک دفعہ جب آپ لندن میں تھے تو فجر کی نماز پر آپ نہ آسکے۔ نماز کے بعد حضور فرمانے لگے کیا وجہ ہے کہ مرزا عبدالحق صاحب نہیں آئے۔

ظہر کی نماز پر جب آپ تشریف لائے تو کسی نے آپ کو یہ بات بتادی آپ بے چین ہوئے اور تین دفعہ اُن سے کہا کہ حضور کو میری طرف سے عرض کرنا کہ میں دُور رہتا ہوں اور آج فجر کی نماز کے وقت میری سواری کا بندوبست نہیں ہوسکا تھا۔

آپ کی حضرت مصلح (......) کے ساتھ اپنائیت کا واقعہ یوں ہے۔

حضرت مصلح موعود (......) دریا کی سیر کے لئے نکلے اور کشتی میں سوار ہو گئے کچھ لوگ بھی ساتھ تھے اور صرف ایک آدمی کی جگہ تھی۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالثؒ) اور خاکسار وہاں کنارے پر موجود تھے حضور نے فرمایا ناصر احمد آپ آجائیں مرزا صاحب کہتے ہیں کہ جب میں گورداسپور گیا تو حضور کو خط لکھا کہ آخر بیٹا بیٹا ہی ہوتا ہے اگلی دفعہ جب میں قادیان گیا تو حضور مجھے اپنے ساتھ شکار کے لئے لے گئے۔ اس طرح میری دلجوئی فرمائی۔

اس طرح کا ایک واقعہ یوں سنایا کہ ایک مرتبہ محترم کرنل مرزا داؤد احمد اور میں حضرت خلیفہ ثانیؓ کے ساتھ اکٹھے کار میں سفر کر رہے تھے ایک جگہ سفر کے دوران ہرنوں کی ایک بڑی قطار نظر آئی۔ حضور نے ہم دونوں کو فرمایا کہ ہرن کا شکار کر کے

لاؤ اور آپ وہاں سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے ہم دونوں بندوقیں لے کر شکار کے لئے گئے۔ فائر بھی کئے مگر ہرن بھاگ گئے۔ کچھ وقت گزر گیا جب ہم واپس آپ کے پاس آئے تو حضور نے مجھے مخاطب کر کے ازراہ مزاح فرمایا مرزا جی سلام ہرن گھر جا کر ضرور مر جائے گا۔ میں نے جواباً عرض کیا حضور سلام۔ واقعی ایک نہ ایک دن ضرور مر جائے گا۔

ایک دفعہ قبولیت دعا کا دلچسپ واقعہ سُنایا کہ میں بس میں سوار کہیں جا رہا تھا میں نے دہی کی لسی پی ہوئی تھی اور پیٹ میں گڑبڑ تھی اور حاجت محسوس ہوئی بس کو ٹھہرانا بھی عجیب لگ رہا تھا اور دوسری طرف کام برداشت سے باہر تھا۔ میں نے دُعا کی کہ اے اللہ کوئی صورت نکال دے مثلاً بس پنکچر ہو جائے اور مجھے وقت مل جائے۔ چنانچہ اسی وقت بس کا ٹائر پھٹ گیا اور بس کھڑی ہو گئی۔ مجھے آسانی سے فارغ ہونے کا وقت میسر آ گیا۔ یوں تو یہ ایک معمولی سا واقعہ ہے لیکن میرے لئے بہت اہم تھا۔

آپ کی دین سے محبت اور دینی غیرت کا آئینہ دار یہ واقعہ بیان کے لائق ہے۔ آپ کے ایک بیٹے طاہر احمد جب فوت ہوئے تو یہ عاجز آپ کے پاس افسوس کے لئے حاضر ہوا۔ یہاں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ صاحب ۱۹۷۴ء کے حالات کی وجہ سے جماعت سے لاتعلق ہو گئے تھے آپ نے بڑے زور سے کہا کہ بیٹا افسوس کس چیز کا۔ میرے لئے تو وہ اسی دن مر گیا تھا جس دن اُس نے جماعت سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ پھر فرمانے لگے وہ ایک بزدل شخص تھا خود بھی ضائع ہو گیا اور اپنی اولاد کو بھی ضائع کر دیا۔ آخر میں فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے حکم دے کہ اپنے تمام بیٹوں کو قربان کر دو تو میں ایک لمحہ کے لئے بھی نہ سوچوں اور اپنے تمام بچوں کو قربان کر دوں۔

ایسے مبارک وجود دُنیا میں کم کم پیدا ہوتے ہیں آپ نے زندگی میں ہر ایک چیز پر اپنے خدا کو مقدم رکھا اور اس سے اپنے اس مضبوط تعلق کو آخری سانس تک وفا کے ساتھ نبھایا۔

آپ خدائے عابد و زاہد انسان تھے آپ نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ میں عموماً تہجد کی دو رکعت نماز ڈیڑھ گھنٹے میں ادا کرتا ہوں۔ آپ ہمیشہ باقاعدگی سے تہجد ادا کیا کرتے تھے۔ خاکسار کو آپ سے بہت محبت تھی اور آپ سے بھی بے انتہا محبت خاکسار کو ملی۔ ایک دفعہ مجھے بتایا کہ جب میں اپنے بچوں کا صدقہ دیتا ہوں تو آپ کا صدقہ بھی شامل کر لیتا ہوں۔

ایک دفعہ بتایا کہ تہجد میں ایک سجدے میں آپ کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُن تمام دعاؤں کا اس عاجز کو وارث بنائے۔ آپ ایک غریب پرور انسان تھے اکثر و بیشتر آپ کے گھر مختلف علاقوں سے غرباء آتے آپ حسب استطاعت اُن کی مالی مدد کیا کرتے تھے۔

خاکسار کے بھائی ظفر اللہ منگلا کی جب ایچی سن کالج لاہور سے آتے ہوئے ۱۹۹۱ء میں وفات ہوئی تو آپ ہمارے پاس افسوس کے لئے چک منگلا تشریف لائے اور بہت زیادہ وقت وہاں گزارا آپ مجھے فرمانے لگے کہ بیٹا جب جوانوں کے کندھوں پر کسی بوڑھے کی لاش جا رہی ہوتی ہے تو وہ موت نہیں ہوتی ہاں جب بوڑھوں کے کندھوں پر کسی جوان کی لاش جا رہی ہوتی ہے تو دراصل وہ موت کہلاتی ہے۔

مالی قربانی کا جذبہ بھی آپ کے اندر بہت زیادہ تھا مالی چندہ جات کی ہر تحریک میں آپ صف اول میں شامل تھے اور ہمیشہ چندہ سال کے شروع میں ہی ادا کر دیا کرتے تھے ایک عجیب واقعہ آپ نے سنایا کہ میں نے ایک مالی خوشحالی رکھنے والے شخص سے کچھ چندہ دینے کے لئے کہا تو وہ صاحب آئیں بائیں شائیں کرنے لگے جس پر میں نے اُسے کہا کہ اچھا پھر مرنے سے پہلے یہ وصیت کر جانا کہ میرا سارا مال میرے ساتھ قبر میں رکھ دیں۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ چند دنوں کے بعد وفات پا گیا اور سب مال اسباب دنیا میں ہی چھوڑ گیا۔

ہمارے ایک دوست نے خواب میں دیکھا کہ ایک تخت لگا ہوا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام موجود ہیں اور خلفائے احمدیت بھی وہاں ہیں اور مرزا عبدالحق بھی ہیں میں نے دربان سے اجازت چاہی کہ میں بھی اندر جانا چاہتا ہوں۔ مجھے جواب ملا کہ یہ ایک بہت اہم میٹنگ ہے لہذا آپ اندر تشریف نہیں لے جا سکتے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

خدمت نہ کرنے والوں کو تنبیہ

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

”اگر ہماری کسی غلطی اور گناہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یہ مقام ہمیں نصیب نہ کرے اور ہماری ساری اولادیں یا ہماری اولادوں کا کچھ حصّہ دین کی خدمت کرنے کے لئے تیار نہ ہو، اللہ تعالیٰ پر توکل اُس کے اندر نہ پایا جاتا ہو، خدا تعالیٰ کی طرف انابت کا مادہ اُس کے اندر موجود نہ ہو، تو پھر ہمیں اپنے آپ کو اِس امر کے لئے تیار رکھنا چاہئیے کہ جس طرح ایک مردہ جسم کو کاٹ کر الگ پھینک دیا جاتا ہے۔ اِسی طرح ہم اِس کو بھی کاٹ کر الگ کر دیں اور اِس جگہ کو دین کی خدمت کرنے والوں کے لئے اِن سے خالی کروالیں۔“

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 14، صفحہ 37)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

کی ماموریت کا چھبیسواں سال

۱۹۰۷ء میں ہونے والے الہامات، عظیم الشان تائیدات الٰہیہ اور اہم واقعات کا تذکرہ

مرتب:- مکرم حبیب الرحمٰن زیروی صاحب

(گذشتہ سے پیوستہ)

۲۳ رمئی ۱۹۰۷ء:- آمد تحائف

وحی الٰہی یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ اور یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایسے وقت میں نازل ہوئی تھی جبکہ قادیان میں آپ کے پاس نہ کوئی آتا تھا اور نہ کچھ لاتا تھا اس وحی کے نزول کو آج تیس سال کے قریب عرصہ گزرتا ہے اور اس کے بعد ہزار ہا انسان دور دور کے ممالک سے آئے اور ہزار ہا روپیوں کے تحائف مختلف اقسام کے لائے جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں لیکن یکم مئی ۱۹۰۷ء کے تازہ الہام یاتیک تحائف کثیرۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ایام میں خاص طور پر اس کا ظہور ہونے والا ہے اس واسطے ہم نے ارادہ کیا ہے کہ کچھ عرصہ کے واسطے ان تازہ تحائف کے تذکرہ کا سلسلہ اخبار میں جاری کیا جاوے۔ (بدر ۲۳ رمئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۸)

۲۸ رمئی ۱۹۰۷ء:- فرمایا۔ ”شریف احمد کی نسبت اُس کی بیماری کی حالت میں الہامات ہوئے:

(۱) عَمَّرَہُ اللّٰہُ عَلٰی خِلَافِ التَّوَقُّعِ. (۲) اَمَّرَہُ اللّٰہُ عَلٰی خِلَافِ التَّوَقُّعِ. (۳) اَءَنْتَ لَا تَعْرِفِیْنَ الْقَدِیْرَ.
(۴) مُرَادُکَ حَاصِلٌ. (۵) اَللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ.“

(ترجمہ) (۱) اس کو یعنی شریف احمد کو خدا تعالیٰ اُمید سے بڑھ کر عمر دے گا۔ یہ الہام اس کی خطرناک بیماری کی حالت میں ہوا۔

(۲) اس کو یعنی شریف احمد کو خدا تعالیٰ اُمید سے بڑھ کر امیر کرے گا۔

(۳) کیا تو قادر کو نہیں پہچانتی۔ (یہ اس کی والدہ کی نسبت الہام ہے)۔

(۴) تیری مُراد حاصل ہو جائے گی۔

(۵) خدا سب سے بہتر حفاظت کرنے والا ہے اور وہ ارحم الراحمین ہے۔ (بدر ۲۴ رمئی ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۰)

۱۰ر جولائی ۱۹۰۷ء:- احمدی انجمنوں کا قیام

۱۰ر جولائی ۱۹۰۷ء کے الحکم میں احمدی انجمنوں کے وہ قواعد درج کیے جا چکے ہیں جو صدر انجمن احمدیہ کی مجلس ناظم نے تجویز کیے ہیں سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ضرورتوں اور اس کے اغراض ومقاصد کی تکمیل اور اشاعت کے لئے جہاں تک اسباب کا تعلق ہے ان میں سے احمدی انجمنوں کا قیام ایک لاینفک جزو ہے۔احمدی انجمنوں کا قیام قوم کے لئے کس قدر مفید اور مبارک ہوگا تجربہ خود بتا دے گا۔ (الحکم ۲۴ر جولائی ۱۹۰۷ء صفحہ۱)

۱۹ر اگست ۱۹۰۷ء:- دُمدار ستارہ کا طلوع

حضرت اقدس نے فرمایا کہ:- ''ضرور دیکھنا۔آج ہی دیکھنا وہ ایک نہیں ہے دو ہیں۔میں نے بھی دیکھے تھے ایک چھوٹا ہے اور ایک بڑا ہے تین بجے سے دکھائی دینا شروع ہوتا ہے مفسروں نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں جب بہت ستارے ٹوٹے تھے۔تو اس سے کچھ عرصہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔یہ جو ستارے وغیرہ ہوتے ہیں ان کا اثر زمین پر ضرور ہوتا ہے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ۲۶۰)

آخر اگست ۱۹۰۷ء:- سلسلہ کے کارکنان کی صفات

اس امر کا ذکر تھا کہ سلسلہ حقہ کے واسطے واعظ مقرر کیے جائیں جو مختلف شہروں اور گاؤں میں جا کر واعظ بھی کریں۔ (دین حق) کے واسطے چندے بھی جمع کریں حضرت نے فرمایا کہ:

جب تک کسی میں تین صفتیں نہ ہوں وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کے سپرد کوئی کام کیا جائے اور وہ صفتیں یہ ہیں دیانت، محنت، علم جب تک کہ یہ تینوں صفتیں موجود نہ ہوں تب تک انسان کسی کام کے لائق نہیں ہوتا اگر کوئی شخص دیانتدار اور محنتی بھی ہو لیکن جس کام میں اس کو لگایا گیا ہے اس فن کے مطابق علم اور ہنر نہیں رکھتا تو وہ اپنے کام کو کس طرح سے پورا کر سکے گا اور اگر علم رکھتا ہے، محنت بھی کرتا ہے دیانتدار نہیں تو ایسا آدمی بھی رکھنے کے لائق نہیں اور اگر علم و ہنر بھی رکھتا ہے اپنے کام میں خوب لائق ہے اور دیانت دار بھی ہے مگر محنت نہیں کرتا تو اس کا کام بھی ہمیشہ خراب رہے گا غرض ہر سہ صفات کا ہونا ضروری ہے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ۲۶۹)

۳۰ر اگست ۱۹۰۷ء:- نکاح کی مبارک تقریب

خوشی کے ساتھ یہ مبارک تقریب بھی پیش آئی کہ مبارک احمد کا نکاح ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کی لڑکی مریم کے ساتھ اُسی مبارک دن (۳۰ر اگست ۱۹۰۷ء) میں ہوگیا خدا اس نکاح کو مبارک کرے اور اسی روز اس وقت حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب کے لڑکے عزیز عبدالحی کا نکاح پیر منظور محمد کی لڑکی حامدہ کے ساتھ ہوگیا خدا تعالیٰ دونوں کا نکاح مبارک کرے۔آمین۔حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب نے بعد از نماز عصر خطبہ نکاح پڑھا۔

آخر اگست ۱۹۰۷ء:- پرچوں کا تبادلہ جاری رکھنا چاہئے

مولوی ثناءاللہ صاحب کے پرچہ اہلحدیث کے تبادلہ میں یہاں سے میگزین اُردو جاتا تھا۔مینیجر ریویو نے بدیں

خیال کہ یہاں اہلحدیث اور دفتروں میں آتا رہتا ہے ضروری نہ سمجھا کہ اس کے ساتھ تبادلہ وہ بھی جاری رکھیں اس واسطے بند کر دیا تھا جس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت کے نام ایک کارڈ لکھا کہ کیا یہ تجویز آپ کی منظوری سے ہوئی ہے اس پر حضرت نے دریافت کیا کہ تبادلہ کیوں بند کیا گیا ہے؟

اور پھر فرمایا کہ:- تبادلہ جاری رکھنے میں یہ فائدہ ہے کہ مولوی صاحب پر اتمام حجت ہوتا رہے گا اور شاید کوئی بندۂ خدا اُن کے دفتر میں اس کو پڑھ کر اس سے مستفید ہو جائے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۷۰)

۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء:- حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی وفات

جیسا کہ ۱۸۹۹ء کے حالات میں گزر چکا ہے حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی ولادت سے قبل ہی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو ان سے متعلق الہاماً خبر دی گئی تھی کہ "اِنِّیْ اَسْقُطُ مِنَ اللّٰہِ وَ اُصِیْبُہٗ" یعنی میں رو بخدا ہوں گا یا جلد فوت ہو جاؤں گا علاوہ ازیں ان کی ولادت کے بعد حضور کو ۱۹۰۶ء۔۷ میں بھی مختلف الہامات وکشوف کے ذریعہ سے بار بار ان کی وفات کی اطلاع ملی چنانچہ ان آسمانی خبروں کے عین مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو بوقت صبح انتقال فرما گئے۔

صبر کا شاندار نمونہ

اس پر حضور نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا اور بڑے اطمینان کے ساتھ بستہ کھولا اور بڑے جذبہ کے ساتھ بیرونی احباب کو خط لکھنے بیٹھ گئے کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے اور ہم کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہونا چاہئے اور مجھے بعض الہاموں سے بتایا گیا تھا کہ یہ لڑکا یا تو بہت خدا رسیدہ ہوگا یا بچپن میں ہی فوت ہو جائے گا سو ہم کو اس لحاظ سے خوش ہونا چاہئے کہ خدا کا کلام پورا ہوا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کا جنازہ مدرسہ میں پڑھا گیا اور نعش مبارک بہشتی مقبرہ میں دفن کرنے کے لئے لے گئے۔ قبر کی تیاری میں کچھ دیر تھی اس لئے حضورؑ قبر سے کچھ فاصلہ پر باغ میں بیٹھ گئے۔ اور ایک ایمان افروز تقریر فرمائی جس کے لفظ لفظ سے صبر و رضا کی جھلک نمایاں ہوتی تھی۔ حضورؑ نے فرمایا "میں تو اس سے بڑا خوش ہوں کہ خدا کی بات پوری ہوئی گھر کے آدمی اس کی بیماری میں بعض اوقات بہت گھبرا جاتے تھے میں نے ان کو جواب دیا تھا کہ آخر نتیجہ موت ہی ہوتا ہے یا کچھ اور ہے۔ مجھے بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ میری بیوی کے منہ سے سب سے پہلا کلمہ جو نکلا ہے وہ یہی تھا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اور کوئی جزع فزع نہیں کی۔

آپ کی وفات پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک رقت آمیز نظم کہی جو آپ کے لوح مزار پر درج ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۹۵ تا ۴۹۷)

۲۰ ستمبر ۱۹۰۷ء: ۔حضرت اماں جان کا اعلیٰ ایمان

فرمایا:۔کل والا الہام کہ ’’خدا خوش ہوگیا‘‘ ہم نے اپنی بیوی کو سنایا تو اس نے سُن کر کہا کہ مجھے اس الہام سے اتنی خوشی ہوئی ہے کہ اگر دو ہزار مبارک احمد بھی مَر جاتا تو میں پروانہ کرتی ۔(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۲۷۰)

۲۵ ستمبر ۱۹۰۷ء:۔’’وقف زندگی‘‘ کی پہلی منظم تحریک

احمدیت کا پیغام اب تک محض خدا تعالیٰ کے خاص تصرفات اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب وغیرہ سے پہنچ رہا تھا۔ واعظین کا کوئی باقاعدہ نظام اس غرض کے لئے موجود نہیں تھا لیکن اب چونکہ سلسلہ کا کام بہت بڑھ چکا تھا اور ایک تنظیم کے ساتھ اندرون ممالک اور بیرونی دُنیا کو حق پہنچانے کی ضرورت شدت محسوس ہو رہی تھی اس لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ستمبر ۱۹۰۷ء میں جماعت کے سامنے ’’وقف زندگی‘‘ کی پر زور تحریک فرمائی۔

۲۵ ستمبر ۱۹۰۷ء:۔جماعت کے...... کے لئے ضروری صفات

حضرت اقدس نے فرمایا:۔ ایک تجویز کی تھی اگر راست آجاوے تو بڑی مراد ہے یونہی عمر گزرتی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں ایک کا بھی نام نہیں لے سکتے جس نے اپنے لیے کچھ حصہ دین کا اور کچھ حصہ دُنیا کا رکھا ہو اور ایک صحابی بھی ایسا نہیں تھا جس نے کچھ دین کی تصدیق کر لی ہو اور کچھ دُنیا کی بلکہ وہ سب کے سب منقطعین تھے اور سب کے سب اللہ کی راہ میں جان دینے کو تیار تھے اگر چند آدمی ہماری جماعت میں سے بھی تیار ہوں جو مسائل سے واقف ہوں اور اُن کے اخلاق اچھے ہوں اور وہ قانع بھی ہوں تو ان کو باہر تبلیغ کے لئے بھیجا جاوے۔ بہت علم کی حاجت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ سب اُمّی ہی تھے۔ حضرت عیسیٰ کے حواری بھی اُمّی تھے۔ تقویٰ اور طہارت چاہیے۔ سچائی کی راہ ایک ایسی راہ ہے جو اللہ تعالیٰ خود ہی عجیب عجیب باتیں سمجھا دیتا ہے۔

بچوں کو تعلیم کے لئے مرکز بھجوانے کا فائدہ

لوگ جو اپنے لڑکوں کو تعلیم دینے کے لئے یہاں کے سکول میں بھیجتے ہیں اگرچہ وہ اچھا کرتے ہیں اور یہ اچھا کام ہے مگر وہ محض لِلّٰہِ نہیں بھیجتے کیونکہ اُن کا خیال ہوتا ہے کہ جو سرکاری تعلیم اور جماعت بندی اور دوسرے قواعد دیگر سکولوں میں ہیں وہی یہاں بھی ہیں اور یہاں بھیجتے وقت دُنیاوی تعلیم کا بھی خصوصیت سے خیال رکھ لیتے ہیں اور جانتے ہیں کہ جو تعلیم دوسرے سکولوں میں ہے وہی یہاں ہے مگر تاہم بھی نیک نیّتی کی بناء پر یہ سب عمدہ باتیں ہیں اور اس سے کچھ عمدہ نتیجہ بھی نکلنے کی توقع ہے اور یہاں کے سکول میں تعلیم پانے سے اتنا فائدہ تو ضرور ہے کہ دن رات نیکوکاروں اور صادقوں کی صحبت میں رہنا پڑتا ہے عمدہ عمدہ کتابوں اور ہماری تصانیف کے پڑھنے کا موقعہ بھی ملتا رہتا ہے اور مولوی (نور الدین) صاحب کی عمدہ عمدہ باتوں اور نصیحتوں اور درس کے سُننے سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور جب بچپن سے ہی ان طالب علموں کے کانوں میں صالح اور راستباز استادوں کی آواز پڑتی ہے تو اس سے وہ متاثر ہوتے ہیں اور آہستہ آہستہ دین داری کی طرف ترقی کرتے رہتے ہیں۔ غرض یہ سچی بات ہے کہ اس مدرسہ کی بناء فائدہ سے خالی نہیں اگر تین یا چار سو لڑکا تعلیم پاتا ہو تو اتنی اُمید ہے کہ تیس یا چالیس

ہماری منشاء کے مطابق بھی نکل آویں گے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۰۹، ۳۱۰)

۸راکتوبر ۱۹۰۷ء:- خدا کی تازہ وحی

خیر اور نصرت اور فتح انشاء اللہ تعالیٰ۔ یَنْصُرُکَ رِجَالٌ نُوحِیْ اِلَیْھِمْ مِنَ السَّمَآءِ۔ ترجمہ:- تجھے وہ لوگ مدد دیں گے۔ جن کو ہم آسمان سے وحی کریں گے۔ (بدر ۱۸راکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۲)

شروع نومبر ۱۹۰۷ء:- قادیان کی تاریخی حیثیت

فرمایا کہ:- اس قادیان میں پانچ سو حافظ قرآن شریف کے رہتے تھے اس وقت اس جگہ کا نام اسلام پور تھا۔ اب یہاں کیا ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں میں بھی اس قدر تعداد حفاظ کی نہیں مل سکتی۔ اس جگہ کی.....شوکت کو سکھوں نے خراب کر دیا تھا۔ یہاں بہت سے سکھ رہتے تھے جن میں سے بعض نے سیّد احمد صاحب کے ساتھ بھی لڑائیاں کی تھیں مگر رفتہ رفتہ وہ سب مر گئے اور اب دو چار باقی ہوں گے۔

۶۔۷رنومبر ۱۹۰۷ء:- آمدن عید مبارک بادت

۶ اور ۷ نومبر کو خدا تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا:- آمدن عید مبارک بادت۔ عید تو ہے چاہو کرو یا نہ کرو۔ عربی الہامات کا ترجمہ:- میں ایک پاک اور پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔ میں تجھے ایک لڑکے کی خبر دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے (معلوم ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ زندہ رہنے والا) تو دیکھے گا کہ تیرا رب اُن مخالفوں سے کیا کرے گا جو تیرے معدوم کرنے کے لئے حملے کرتے ہیں خدا ان کو پکڑے گا۔ (بدر ۱۰رنومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۲)

۳ردسمبر ۱۹۰۷ء:- آریہ سماج لاہور وچھووالی کی مذہبی کانفرنس کے لئے حضرت اقدسؑ کا مضمون

آریہ سماج لاہور وچھووالی نے نومبر ۱۹۰۷ء میں اپنے تیسویں ۳۰ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر ایک مذہبی کانفرنس منعقد کرنے کا اشتہار دیا اور لکھا کہ مختلف مذاہب کے دوران نہایت مہذبانہ رنگ میں اس سوال پر روشنی ڈالیں گے کہ کیا کوئی کتاب الہامی ہو سکتی ہے اور اگر ہو سکتی ہے تو کون سی؟

سیکرٹری آریہ سماج ڈاکٹر چرنجیو بھاردواج نے اس اشتہار کے علاوہ حضورؑ کی خدمت میں کئی انکسار کے خط لکھے اور عاجزانہ درخواست کی کہ آپ بھی ان سوالات کے جواب لکھیں کہ ہم لوگ آپ کے درشن کے بھی مشتاق ہیں۔

حضرت اقدسؑ کا مضمون پڑھا جانا

۲ردسمبر ۱۹۰۷ء کو سناتن دھرم اور عیسائیوں کی طرف سے مضامین پڑھے گئے اور ۳ردسمبر کا دن برہموؤں اور مسلمانوں کے لئے مخصوص تھا۔ حضرت اقدسؑ کے لئے آریہ سماج نے ۳ردسمبر ۱۹۰۷ء کی شام کو ۸ بجے سے ۱۰ بجے تک کا وقت مقرر کر رکھا تھا۔ تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ ماسٹر رگھوناتھ کا لیکچر ختم ہوا تو حضرت مولوی نورالدین صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور نہایت درجہ بلند آواز سے لیکچر پڑھنا شروع کیا۔ جب کوئی آیت آپ تلاوت فرماتے تو مجلس پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ مضمون کی ابتدائی حصہ حضرت مولوی صاحب نے اور آخری حصہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے پڑھا۔ یہ مضمون

سوا دو گھنٹے تک جاری رہا۔

سیکرٹری آریہ سماج کی دشنام آلود تقریر

۴؍ دسمبر ۱۹۰۷ء کا دن آریہ سماج نے اپنے لئے مخصوص کیا تھا۔ عیسائیوں، سناتنیوں اور دوسرے غیر مذاہب کے نمائندوں کی تقریر میں کوئی خلاف تہذیب وشائستگی بات نہ تھی اور حضورؑ کا مضمون تو سرتا پا صلح وامن کا پیغام تھا مگر افسوس اس روز ہی ڈاکٹر چرنجیو بھاردواج (جس نے بار بار تہذیب وشائستگی کا یقین دلایا تھا) کھڑا ہوا اور اپنے مضمون میں نہایت شوخی اور بے باکی سے پاکوں کے سردار حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس ذات بابرکات پر ایسی ایسی تہمتیں لگائیں کہ مسلمانوں کے جگر پاش پاش ہوگئے۔

گالیوں کی مجلس میں بیٹھے رہنے پر حضرت مسیح موعودؑ کی اظہار خفگی

حضرت خلیفہ اولؓ اس وقت آپ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ جماعت کے ایک بڑے آدمی تھے مگر وہ سر ڈالے بیٹھے رہے۔ آپؑ بار بار فرماتے تمہاری غیرت نے یہ کیوں کر برداشت کرلیا کہ تم اس جگہ پر بیٹھے رہو جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتک ہورہی ہے تب مولوی محمد احسن صاحب امروہی گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور جس طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ناراضگی کے موقعہ پر یہ الفاظ کہے تھے کہ رضیت باللّٰہ ربا و بالا سلام دینا و بمحمد رسولا اسی قسم کے الفاظ انہوں نے کہے اور پھر کہا حضور ذہول ہوگیا یعنی ہر آدمی سے بعض موقعوں پر غلطی ہوجاتی ہے ہم سے بھی ذہول کے ماتحت یہ غلطی ہوئی ہے حضور درگزر فرمائیں۔ آخر بہت دیر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غصہ فرو ہوا اور آپؑ نے اس غلطی کو معاف فرمایا۔'' (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۴۹۹ تا ۵۰۵)

۴؍ دسمبر ۱۹۰۷ء:۔ ایک قہری نشان

۴؍ دسمبر ۱۹۰۷ کو جب حضرت کا مضمون جلسہ مذاہب میں پڑھا جارہا تھا اور اس میں آئندہ زلازل کے متعلق پیشگوئی سنائی گئی تھی تو بعض آریہ اس پر ہنسنے لگے۔ قدرت خدا اس سے دوسرے ہی دن ۴؍ دسمبر ۱۹۰۷ء کو ۱۲ بجے کے قریب سخت زلزلہ آیا جو ہم نے لاہور میں محسوس کیا تھا اور اس کے متعلق مرزا رحیم بیگ صاحب دہرم سالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ دو دھکے زلزلے کے محسوس ہوئے جو ۴؍ اپریل کے بعد تمام زلازل سے شدید تھا اگر ایک دھکہ اور لگتا تو یقین تھا کہ تمام عمارات جو ازسرنو تیار کی گئی تھیں مسمار ہوجاویں۔ پہاڑ بھی بہت جگہ سے ٹوٹ گیا ہے کئی مکان مضروب ہوگئے ہیں۔ اخبار میں لکھا ہے کہ اس زلزلہ سے چمبہ میں بھی بہت نقصان ہوا ہے۔ نگروٹہ کے قریب بہت سے گھر گر پڑے ہیں اور کانگڑہ میں سات مختلف مقامات سے ملبہ میں سے دھوئیں کے بادل اُٹھے۔

کہاں گئے پروفیسر اوموری صاحب جو کہتے تھے کہ اب یہاں کسی زلزلے کا خوف نہیں کیا پروفیسر جاپانی کی بات سچی ہوئی یا خدا کا کلام۔؟ (بدر ۱۲؍ دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۶)

۱۹؍دسمبر ۱۹۰۷ء:۔خدا کی تازہ وحی

میں تیرے ساتھ اور تیرے تمام پیاروں کے ساتھ ہوں۔

اِنِّی مَعَکَ یَا مَسْرُوْرُ ترجمہ:۔اے مسرور میں تیرے ساتھ ہوں۔(بدر ۱۹؍دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ۴)

ایام جلسہ ۱۹۰۷ء

"یَآاَیُّھَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَآئِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔"

(ترجمہ از مرتب) یعنی اے نبی! بھوکوں اور محتاجوں کو کھانا کھلاؤ۔ (الحکم ۲؍جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ۳)

۱۹۰۷ء کا سالانہ جلسہ قادیان

۲۶؍دسمبر کا دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیر کا ایمان افروز نظارہ

۲۶؍دسمبر کی صبح کو حضرت اقدسؑ باہر سیر کے واسطے تشریف لے گئے۔خدام جوق در جوق ساتھ ہوئے اور پروانوں کی طرح زیارت کے واسطے آگے بڑھتے تھے۔اس قدر ہجوم تھا کہ سیر پر جانا مشکل ہو گیا۔حضرت اقدس گاؤں کے باہر ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے اور اپنے خدام کو قریباً دو گھنٹے مصافحہ کا شرف بخشا۔اس وقت کا نظارہ قابل دید تھا۔ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے میں آگے بڑھوں اور زیارت کروں۔

۲۷؍دسمبر کا دن۔حضرت اقدسؑ کی پہلی تقریر

۲۷؍دسمبر کو مسجد اقصیٰ میں جمعہ پڑھا گیا جمعہ کے وقت مسجد اقصیٰ کے اندر اور باہر کا صحن پوری طرح بھر گیا اور خدام نے اردگرد کی دوکانوں،گھروں اور ڈاکخانہ کی چھتوں پر نماز جمعہ ادا کی۔کل حاضری تین ہزار کے قریب ہو گی۔حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے خطبہ پڑھا۔نماز جمعہ کے ساتھ ہی نماز عصر بھی جمع کی گئی۔اس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے خدام سے نہایت روح پرور خطاب فرمایا۔جس میں حضورؑ نے سورہ فاتحہ کی لطیف تفسیر بیان فرمانے کے بعد جماعت کو تزکیہ نفس کی طرف توجہ دلائی۔تقریر کے بعد احباب حضورؑ سے مصافحہ کرتے رہے۔

۲۸؍دسمبر ۱۹۰۷ء:۔حضرت اقدسؑ کی دوسری تقریر

اس دن ظہر و عصر کی نمازیں مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئیں۔بعد ازاں حضرت اقدسؑ نے دوسری تقریر فرمائی جس کی ابتداء میں حضور نے فرمایا "جو کچھ کل میں نے تقریر کی تھی اس کا کچھ حصہ باقی رہ گیا تھا کیونکہ بسبب علالت طبع تقریر ختم نہ ہو سکی اور اس واسطے آج پھر میں تقریر کرتا ہوں۔زندگی کا کچھ اعتبار نہیں جس قدر لوگ آج اس جگہ موجود ہیں معلوم نہیں ان میں سے کون سال آئندہ تک زندہ رہے گا اور کون مر جائے گا؟"

ان دردانگیز الفاظ کے بعد جو دلوں کو ہلا دینے والے تھے حضورؑ نے اپنے خدام کو نہایت لطیف پیرائے میں شرح وبسط کے ساتھ صبر کی تلقین فرمائی۔علاوہ ازیں ان کو اور بھی قیمتی نصائح سے نوازا۔

کانفرنس صدر انجمن احمدیہ

اسی روز ۲۸ / دسمبر ۱۹۰۷ء کو بعد از نماز مغرب صدر انجمن احمدیہ کی کانفرنس ہوئی جس میں بیرونجات کی اکثر انجمنوں کے سیکرٹری اور پریذیڈنٹ شامل ہوئے سیکرٹری صاحب کی پیش کردہ رپورٹ مختلف صیغوں کی پڑھی گئی اور اس کے بعد بجٹ برائے ۱۹۰۸ء پیش ہوا۔

بیعت

ایام جلسہ میں ہر روز بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔ بیعت کرنے والوں کی تعداد بعض اوقات اتنی بڑھ جاتی کہ لوگوں کا حضور تک پہنچنا اور معمول کے مطابق حضرت اقدس علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرنا ناممکن ہو جاتا اس لئے پگڑیوں کے ذریعہ بیعت کی جاتی اور اس کا طریق یہ ہوتا کہ لوگ اپنی پگڑیاں اتار کر مختلف سمتوں میں پھیلا دیتے اور بعض پگڑیوں کو ایک دوسری سے باندھ کر دور دور تک پہنچا دیا جاتا۔ ان پگڑیوں کا ایک سرا ان بیعت کرنے والوں کے ہاتھ میں ہوتا جو حضرت اقدسؑ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کر رہے ہوتے تھے اور دوسرے بیعت کرنے والے ان پگڑیوں کو اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیتے۔

لنگر خانہ کا انتظام اور الہام اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ

ایک دن بعض مہمانوں کو ناگزیر وجوہ کی بناء پر بہت دیر سے کھانا ملا اور بعض مہمان تو بغیر کھانا کھائے بھوکے ہی اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو گئے۔ نہ تو انہوں نے شکایت کی نہ کسی سے ذکر کہ کوئی ان سے ہمدردی کرتا۔ مگر جب انہوں نے صبر کیا اور کسی سے ذکر تک نہ کیا تو خود رب العرش نے جس کے وہ مہمان تھے اپنے فرستادہ نمائندہ کو الہام کیا ”اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ“ بھوکے اور مضطر کو کھانا کھلاؤ۔ صبح سویرے حضورؑ نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بعض مہمان رات بھوکے رہے۔ اسی وقت حضورؑ نے لنگر کے منتظمین کو بلایا اور بہت تاکید فرمائی کہ مہمانوں کی ہر طرح سے خاطر تواضع کی جائے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ ۵۰۸ تا ۵۱۲)

نصاب مرکزی امتحانات ۲۰۰۷ء

نصاب سہ ماہی اوّل (جنوری تا مارچ ۲۰۰۷ء)

1- ترجمہ قرآن کریم پارہ نمبر 5 نصف اوّل

2- کتاب ”البلاغ“ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام (روحانی خزائن جلد ۱۳)

3- کتاب ”اسوۂ حسنہ“ از حضرت مصلح موعود (انوار العلوم جلد ۱۷)

(مرسلہ: قائد تعلیم مجلس انصاراللہ پاکستان)

لاہور کے مقدس مقامات کی سیر

(بلال طاہر ربوہ)

''کل ہمیں چھٹی ہے اور لاہور بھی قریب ہے کیوں نہ کل وہاں چلیں۔'' ہمارے ادارے کی سالانہ کھیلوں کے بعد خاکسار نے یہ بات اپنے دوستوں اشمار احمد صاحب، افضال احمد صاحب اور ظفر ناز صاحب سے کہی۔

پروگرام یہ طے پایا کہ اس دورہ میں ہم ان مقدس مقامات کی زیارت کریں جو جماعتی لحاظ سے مقدس ہیں پس ہم چار دوست نکل کھڑے ہوئے۔بس لہراتی بل کھاتی جب لاہور میں داخل ہوئی تو شام کا جھٹپٹا تھا اور لاہور شہر کے کچھ اندھیرے، کچھ روشن اور کچھ روشن ترین علاقوں سے گزرتی ہوئی جب بس بادشاہی مسجد اور قلعہ کے سامنے رکی تو یہ دونوں عمارتیں عجیب روشنی میں نہائی ہوئی تھیں۔یوں لگتا تھا کہ کسی نے ہزاروں انتہائی روشن چراغ ان دونوں خوبصورت عمارتوں پر آویزاں کر دیئے ہیں۔بادشاہی مسجد میں مغرب وعشاء کی نمازیں ادا کرنے کے بعد جب ہم باہر نکلے تو نور کے ساتھ ساتھ رنگوں کا بھی ایک سیلاب نظر آیا۔ہری، نیلی پیلی اور سرخ پگڑیاں پہنے ہوئے سکھ اتنی تعداد میں نظر آرہے تھے کہ اس سے پہلے پاکستان میں کبھی اتنی تعداد میں سکھ نہ دیکھے تھے۔خیر معلوم ہوا کہ یہاں ان کا کوئی میلہ ہے ہم وہاں سے باہر آئے تو سامنے سفید روشنی کا لباس پہنے ہوئے مینار پاکستان دعوت نظارہ دے رہا تھا سو ہم نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور وہاں چلے گئے بعد ازاں حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر دعا کی اور اس کے بعد اپنی قیام گاہ میں چلے گئے۔

صبح فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد ہم نے تیاری کی ناشتہ کیا اور سیر کے لئے روانہ ہوئے۔آج ہمیں ان مقامات کی زیارت کا موقع ملنے والا تھا جن کی خاک نے مسیحا کے قدم چومے تھے۔انہی جذبات سے سرشار ہم لاہور سٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر ا پر پہنچے یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت اقدسؑ کئی مرتبہ تشریف لائے آج کل یہاں سے ہندوستان کے لئے ریل چلتی ہے پلیٹ فارم نمبر ا کا ایک دروازہ شاہجہان کی بنائی ہوئی مسجد میں کھلتا ہے جو کہ ''مسجد دائی انگہ'' کہلاتی ہے۔''حیات احمد'' میں یہاں سے تعلق رکھنے والا ایک واقعہ مذکور ہے۔جب میں یہاں داخل ہوا تو وہ واقعہ میرے تصور میں تازہ ہو گیا۔حضرت مسیح موعودؑ یہاں وضو کر رہے تھے کہ لیکھرام آیا اور تین دفعہ آپ کو سلام کہا لیکن آپ نے جواب نہ دیا اور اس کے جانے پر فرمایا ہمارے آقا کو تو گالیاں دیتا ہے اور ہمیں سلام کرتا ہے؟

یہاں سے ٹرنک بازار پہنچے جہاں مسجد احاطہ میاں محمد سلطان ہے دعویٰ سے پہلے لاہور کے قیام کے دوران حضرت مسیح موعودؑ نے متعدد بار نمازیں یہاں ادا کیں اور اس سے کچھ دور سرائے میاں محمد سلطان میں آپ نے قیام فرمایا۔

ٹرنک بازار سے کچھ آگے لنڈا بازار ہے اس مسجد کی زیارت کے بعد ہمارا رخ اسی طرف تھا۔لنڈا بازار کے قریب ہی جماعت کی مشہور تاریخی بیت دہلی گیٹ ہے۔کچھ دیر اس بیت میں قیام کے بعد اب ہم ان راستوں کی طرف رواں دواں تھے جہاں سے کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدم مبارک گزرے تھے۔جی ہاں دہلی گیٹ میں داخل ہونے کے بعد مسجد وزیر خان

کے سامنے سے گزرتا ہوا وہ راستہ جہاں سے حضرت مصلح موعود (-) کی روایت کے مطابق آپ حضرت مسیح موعودؑ کی معیت میں گزرے تھے اور بعض ناسمجھ لوگوں نے اس جگہ ہنسی اور ٹھٹھا بھی کیا تھا۔

اگلی منزل ''شیرانوالہ گیٹ'' کے بالکل ساتھ موجود ''اسلامیہ ہائی سکول شیرانوالہ گیٹ'' تھی یہ وہ سکول ہے جس کے وسیع میدان میں ''جلسہ مذاہب عالم'' منعقد ہوا تھا۔ یہ وہی مقام تھا جہاں الہام ''مضمون بالا رہا'' پورا ہوا۔ حضرت مولوی عبدالکریم (-) صاحب نے ......حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون ''......اصول کی فلاسفی'' پڑھا اور واقعی یہ مضمون اس جلسہ میں پڑھے گئے تمام مضامین میں سے اس طرح ممتاز ہوا جیسے سورج رات کو چمکنے والے ستاروں سے۔ اب اس میدان میں عمارتیں بن گئیں ہیں اور یہ میدان ان میں غائب ہو گیا ہے۔

اس سکول کی عظمت کو دل سے بسائے ہوئے اب ہم رنگ محل کی طرف روانہ ہوئے تنگ گلیوں میں کشادہ سڑک پر آنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں ہم ''مشن سکول رنگ محل'' کے باہر کھڑے تھے۔ اس سکول میں حضرت مسیح موعودؑ کا ابتدائی زمانہ کا لیکچر ''زندہ رسول'' ہوا تھا یہ لیکچر عیسائیوں کے مقابلہ پر دیا گیا تھا اور اس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی زندگی کو ثابت کیا گیا تھا۔ اس طرح اس مقام پر بھی حق نے باطل کو مار بھگایا تھا۔

مشن ہائی سکول رنگ محل سے سیدھے آگے چلتے ہوئے ہم شو مارکیٹ پہنچے اس مارکیٹ سے پیچھے ایک پرانی عمارت ہے جو آجکل ''نور مین گرلز ہائی سکول'' کے نام سے معروف ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں یہاں ''مندر آریہ ساج وچھووالی'' تھا یہ وہ مندر ہے جہاں ایک دفعہ رفقاء کو دھوکا سے بلوا کر جلسہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نازیبا زبان استعمال کی گئی اور حضرت مسیح موعودؑ نے اس تقریر کا جواب ''چشمہ معرفت'' کی صورت میں دیا۔ آج بھی ہندی زبان میں اس مندر پر ''مندر آریہ ساج وچھووالی'' تحریر ہے اور ساتھ ہندوؤں کا مقدس نشان ''اوم'' بھی بنا ہوا ہے۔

اگلی منزل ایک اور مقام عبرت تھی۔ جاپان بازہ مارکیٹ کے پاس ہی پیر بخش مارکیٹ ہے اس مارکیٹ کا پچھلا دروازہ جہاں کھلتا ہے وہ ایک بوسیدہ لیکن بلند عمارت ہے اور عظمت رفتہ کا پتہ دیتی ہے۔ یہ بوسیدہ عمارت لیکھرام پشاوری کا وہ گھر تھا جہاں حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کے مطابق بالآخر وہ اپنے انجام کو پہنچا۔ آج کل یہ عمارت شکست وریخت کا شکار ہے۔ اس کے کئی حصے گر چکے ہیں اور باقی بھی شاید کچھ عرصہ میں ہی گر جائے۔ مجھے اس عمارت پر یہ شعر لکھا محسوس ہونے لگا۔

اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو میں کہتا ہوں
کہ عزت مجھ کو اور تجھ کو ملامت آنے والی ہے

اب ہم نے چلنا شروع کیا اور چلتے چلتے اس مقدس وجود کی باتیں کرتے رہے جس کی اہانت کی کوشش کرنے والے کے نام ونشان تک مٹا دیئے گئے اور اس کے ساتھ وابستہ ہونے والوں کو جاودانی عزت ملی تھوڑی دیر بعد ہم داتا صاحب کے مزار کے پاس کھڑے تھے اس جگہ کے قریب میلہ رام کا وہ منڈوہ تھا جہاں حضرت مسیح موعودؑ کا ''لیکچر لاہور'' ہوا۔ ہمارے علم کے مطابق یہ جگہ مزار داتا صاحب کے عقب میں تھی خیر یہاں کے بزرگوں سے پوچھا کہ باباجی یہاں پر کوئی منڈوہ ہے اس پر ایک

بزرگ نے تو ہمیں گھور کر دیکھا اور کہا ''یہ شریفوں کا محلّہ ہے یہاں کوئی منڈوہ وغیرہ نہیں'' ایک اور بزرگ نے ہماری مشکل دور کی اور بتایا کہ پرانے زمانہ میں سینما اور تھیٹر کو منڈوہ کہتے تھے۔ میلہ رام کا منڈوہ جہاں تھا وہ جگہ پہلے مزار داتا صاحب کا عقب ہوتی تھی لیکن اب کیونکہ اس طرف بڑی سڑکیں بن گئیں ہیں اور Main Traffic بھی وہیں سے گزرتی ہے اس لئے اب وہ داتا صاحب کا فرنٹ بن چکا ہے انہوں نے بتایا کہ جہاں اب Pilot Hotel ہے وہاں پر میلہ رام کا منڈوہ ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بہت بڑا پلاٹ تھا جہاں جلسے وغیرہ ہوتے تھے۔ وہاں پر رہنے والے بعض اور پرانے لوگوں نے بھی اس معلومات کی تصدیق کی اور اس طرح ہمیں ''لیکچر لاہور'' کے درست مقام کے بارہ میں بھی معلوم ہوگیا۔

مزار داتا صاحب کے موجودہ عقب میں آ کر ہم نے سول لائن کی طرف سفر شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک پرائمری سکول کے عقب میں ایک پرانی عمارت نظر آئی جو بظاہر بہت بلند اور انگریزی دور کی معلوم ہوتی تھی۔ یہ ''بریڈلا ہال'' تھا۔ اس ہال میں حضرت مصلح موعود نے مختلف اوقات میں کم از کم چار پُر معارف لیکچر دیئے۔ اس طرح یہ ہال بھی اپنی اہمیت میں اور قدر و قیمت کے لحاظ سے لاثانی ہے۔ آجکل یہ عمارت بھی ٹوٹی کھڑکیوں، بوسیدہ کواڑوں کے ساتھ انتہائی شکستہ حالت میں ہے۔

یہاں سے ہم چند ہی قدم چلے ہوں گے کہ سامنے ''اسلامیہ کالج سول لائن لاہور'' کی عظیم الشان عمارت عزم و ہمت کی ایک داستان سنا رہی تھی۔ آیئے آپ کو بھی اس میں شریک کریں۔ ۱۹۴۷ء میں یہ کالج ڈی۔ اے۔ وی کالج تھا۔ انتظامیہ غیر مسلموں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے وہ لوگ پاکستان سے ہجرت کر گئے لیکن جاتے وقت اس کالج کی بھی اینٹ سے اینٹ بجا گئے حکومت نے کچھ عرصے بعد یہ عمارت جماعت احمدیہ کو ''تعلیم الاسلام کالج'' بنانے کے لئے دے دی۔ یہ عمارت وہ تھی جس میں فرنیچر کے نام پر صرف چند ٹوٹے ہوئے میز اور بغیر ٹانگوں کے کرسیاں تھیں لیبارٹری میں صرف شیشوں کی کرچیاں موجود تھیں۔ حضرت مصلح موعود کی زیر سرپرستی یہ عمارت دوبارہ بننی شروع ہوئی۔ اور پھر اسے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ جیسا قائد مل گیا اور دو سال گزرنے پر یہ کالج پنجاب کے بہترین کالجز میں شمار ہونے لگا۔ ابھی کہانی یہاں تک پہنچی تھی کہ ایک تانگے والے کہ ''ہو بچو'' نے ہمیں اس دنیا میں واپس آنے پر مجبور کر دیا۔ اور ہم نے وہاں سے روانگی اختیار کی۔

پنجاب یونیورسٹی میں داخل ہو کر ہمیں وہ ہال دیکھنے کا بھی موقع ملا جہاں لوگوں نے حضرت مسیح موعودؑ کا لیکچر ''پیغام صلح'' سنا یہاں سے نیلا گنبد کی طرف جاتے ہوئے بائیں ہاتھ پر ایک بیکری ہے جو ۱۸۷۹ء کی قائم شدہ ہے۔ اس کا نام ''سید محکم دین اینڈ سنز'' ہے اُس زمانہ میں یہاں کی واحد مسلمان بیکری تھی اور اس کے بسکٹ حضرت مسیح موعودؑ پسند فرماتے تھے یہ بسکٹ آج بھی یہاں پر مہیا ہیں ہم نے بھی کچھ بسکٹ لئے اور آگے چل پڑے۔

نیلا گنبد پر سائیکلوں کی ایک دوکان ہے جس کا نام ''ایم موسیٰ اینڈ سنز'' ہے یہ دوکان ایم موسیٰ صاحب رفیق حضرت مسیح موعودؑ کی ہے اور اسے یہ بھی شرف حاصل ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ یہاں تشریف لائے اور کچھ دیر اس کے باہر آرام فرمایا۔

یہاں سے روانہ ہو کر ہم میو ہسپتال کے Out Patient Dept میں گئے۔ یہ عمارت جواب میو ہسپتال کا ایک حصہ ہے کسی زمانہ میں ''رتن باغ'' کہلاتی تھی۔ جی ہاں وہی رتن باغ جہاں تقسیم ہند کے بعد قصر خلافت منتقل ہوا تھا۔ اسی رتن باغ میں پہلا لنگر خانہ جماعتی انتظام کے ماتحت مہاجرین کے لئے قائم ہوا تھا اس بلڈنگ سے کچھ ہی فاصلے پر ہسپتال کی چاردیواری کے باہر جو حاملِ بلڈنگ ہے جہاں پہلی دفعہ صدر انجمن احمدیہ پاکستان کے دفاتر بنے۔ آج کل اس بلڈنگ کے دامن میں ''دواخانہ حکیم نورالدین'' یا ''مطب نور'' ہے۔

اس کے بعد کا سفر سوڈا واٹر کی ایک بوتل پینے کے لئے تھا۔ جی ہاں انارکلی میں لوہاری گیٹ کے قریب ہی کیسری کی سوڈا واٹر کی دوکان تھی۔ جہاں سے سیر کے دوران حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت اماں جان نے سوڈا واٹر پیا تھا۔ آج یہ دوکان یہاں موجود نہیں اور اس کی جگہ کوئی پریس کھل چکا ہے لیکن اس کے آس پاس سوڈا واٹر کی چند دوکانیں ہیں سو انہی سے سیراب ہو کر ہم آگے چل پڑے۔ مذکورہ بالا سیر کے دوران ہی حضرت اقدسؑ اور حضرت اماں جان جناح باغ اور شالامار باغ بھی گئے تھے۔ سو ہم ان جگہوں پر اور لاہور کے دیگر معروف مقدس مقامات پر بھی گئے لیکن مضمون کی طوالت کے خوف سے ان مقامات کو چھوڑتا ہوں۔

شام کو جب سرگودھا ایکسپریس براستہ ربوہ سرگودھا کے لئے لاہور سے روانہ ہوئی تو اس میں دیگر مسافروں کے ساتھ چار ایسے مسافر بھی تھے جو لاہور سے وہ مقدس یادیں لے کر جا رہے تھے جو ان کے لئے سرمایہ حیات تھیں۔ اگر آپ بھی کبھی موقع پائیں تو ان برکتوں سے اپنی جھولیاں بھرنے وہاں ضرور جائیں۔

جماعتی میٹنگز میں شمولیت کی اہمیت

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے لیکن اُن لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اِسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے، اُس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی کہ ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو لیکن کہنے والا انہیں کہے گا کہ جاؤ تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں ردّ کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پروا نہیں کی تھی، اس لئے تمہیں بھی اب اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جا سکتا۔

پس اس غفلت کو دُور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اُس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اِسے سوچ کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئیے۔''

(رپورٹ مجلس مشاورت 1956ء صفحہ 24)